عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۶ | ۲۰ تا ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۸ تا ۱۵/ جون ۲۰۰۷ء | شمارہ: ۲۲

قیمت: ۸ روپے

علمائے کرام کے کرنے کا کام

علومِ نبوّت کی حفاظت اور دینی مدارس

عقل و مذہب کا باہمی ربط و تعلق

موت کو یاد رکھیے

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

نوٹ: یہ مسئلہ اس سے قبل شمارہ: ۲۰ ج: ۲۶ میں چھپا تھا' مگر اس میں غلطی سے یہ چھپ گیا تھا کہ: ''قسم کا کفارہ تین روزے ہیں یا دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا'' نیز اس میں فی مسکین ۳۰ روپے کے حساب سے دس مساکین کے کھانے کی قیمت: ۳۰۰ روپے کی بجائے ۶۰۰ روپے سہواً شائع ہوا تھا' ادارہ اس پر معذرت خواہ ہے۔

قادیانیوں کے ساتھ تعلق رکھنا اوران کے ساتھ کھانا پینا کیوں ناجائز ہے؟

س:..... آپ نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ ''مسلمان مردِ ضرورت کی حد تک غیرمسلموں سے تعلق رکھ سکتے ہیں اور قادیانیوں کے ساتھ تعلق رکھنا اوران کے ساتھ کھانا پینا ناجائز ہے۔'' مجھے قادیانیوں کے بارے میں پتا نہیں ہے' اس لئے میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اس فرقے میں ایسی کون سی بات ہے' جس کی وجہ سے آپ نے انہیں غیرمسلموں سے زیادہ بُرا قرار دیا ہے؟ کیونکہ میں نے جہاں تک سنا ہے کہ قادیانی کلمہ گو ہوتے ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں غیرمسلموں کے ساتھ آپؐ اچھے طریقے سے برتاؤ کرتے تھے' ان کے مسائل حل کرتے تھے' پھر یہ فرق کیسا؟ اسلام واحد مذہب ہے جو رنگ ونسل اور ذات پات کے فرق کو ختم کرتا ہے' خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا اہم واقعہ یہ ہے کہ ایک یہودی عورت' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کچرا پھینکا کرتی تھی' لیکن آپؐ ایک روز اس عورت کے گھر گئے اور اس کی بیمار پرسی کی' یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیرمسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حُسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا ہے تو آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ غیرمسلموں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے اور نہ بات کی جائے اور نہ کھانا کھایا جائے' اس کی وضاحت کریں۔

ج:..... میری بیٹی! آپ نے بہت اچھا سوال کیا ہے' اور اچھا کیا کہ قادیانیوں کے بارہ میں پوچھ لیا۔ میری بیٹی! قادیانی اور دوسرے کافروں میں فرق ہے اور اسی فرق کی بناپر دوسرے کافروں کے ساتھ میل ملاپ اور ضروری تعلقات کی

مولانا سعید احمد جلال پوری

اجازت ہے اور قادیانیوں کے ساتھ ایسے کسی تعلق کی اجازت نہیں ہے۔ میری بیٹی! قادیانی کلمہ گو نہیں ہیں' بلکہ یہ مرتد وزندیق ہیں' مرتد وہ ہوتا ہے جو اسلام کو ترک کرکے کوئی دوسرا مذہب اختیار کرلے اور زندیق وہ ہوتا ہے جو اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کا نام دے' لہٰذا یہ لوگ اسلام کے باغی ہیں' اور جس طرح کسی ملک کا باغی کسی رورعایت کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ جو لوگ ان باغیوں کے ساتھ میل جول رکھیں وہ بھی قابل گرفت ہوتے ہیں' ٹھیک اسی طرح چونکہ قادیانی بھی زندیق ومرتد ہیں تو اسلامی تعلیمات کی رو سے کسی رورعایت اور میل ملاپ کے مستحق نہیں' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود ونصاریٰ کے ساتھ تعلق رکھا اور معاہدہ بھی کیا' مگر مدعیانِ نبوت اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کے ساتھ نہ صرف تعلقات کو ناجائز قرار دیا' بلکہ حضرت فیروز دیلمیؓ کے ذریعہ اسود عنسی کا کام تمام کرایا اور مسیلمہ کذاب کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ٹھکانے لگایا۔ اس لئے کہ دوسرے کافر اپنے کفر کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو غیرمسلم اور مسلمانوں سے الگ قرار دیتے ہیں' جبکہ قادیانی عقائد پر ملمع سازی کرکے مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور ان ہر دو کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص خنزیر کا گوشت سور کا گوشت کہہ کر بیچتا ہے اور دوسرا خنزیر کے گوشت کو بکری کا گوشت کہہ کر بیچتا ہے' تو آپ ہی بتلائیں کہ خنزیر کے گوشت کو بکری کا گوشت کہہ کر بیچنے والا دھوکا باز ہے؟ اس سے مسلمان متاثر ہوں گے' لہٰذا اگر قادیانی بھی اپنے آپ کو یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مسلمانوں سے الگ کاسٹ کیا کریں تو مسلمان ان سے تعرض نہیں کریں گے' لیکن جب تک وہ مسلمانوں کو دھوکا دیتے رہیں گے' مسلمان ان کی منافقت کو طشت ازبام کرتے رہیں گے۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوّۃ

جلد:۲۶ شمارہ:۲۲ ۲۰تا۲۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۸تا۱۵/جون ۲۰۰۷ء

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر: مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر — مولانا سعید احمد جلالپوری

علامہ احمد میاں حمادی — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

صاحبزادہ سید محمد سلیمان بنوری — مولانا بشیر احمد

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی — مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا ، کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ • منظور احمد میو ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

چہرہ کا پردہ	اداریہ	۳
عورتوں سے متعلق حضور اکرمؐ کے ارشادات	مولانا اشرف علی تھانویؒ	۶
مناقب صحابہ کرامؓ و اہل بیت اطہارؓ	مولانا سید نفیس الحسینی مدظلہ	۸
علوم نبوت کی حفاظت و اشاعت اور دینی مدارس	ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ	۱۱
علمائے کرام کے کرنے کا کام	مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ	۱۴
عقل و مذہب کا باہمی ربط و تعلق	مولانا محمد زکریا بنوری	۱۹
موت کو یاد رکھئے	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۲۲

زر تعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور
اکاؤنٹ نمبر 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۸۳۴۸۶-۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

روزانہ　　　　　　　　　　　　　　مولانا سعید احمد جلال پوری

چہرہ کا پردہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

موجودہ بے پردگی اور بے دینی کے دور میں منصوصات شرعیہ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے‘ مسلمانوں کو مادر پدر آزادی کے غار میں دھکیلنے‘ خواتین کو کوچہ و بازار میں لانے اور پردہ جیسے مخصوص حکم کو بے وزن کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ ”شرعی پردے“ سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی کیا حیثیت ہے؟ نیز یہ کہ چہرے کا پردہ ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ شرعی پردہ سے مراد وہ پردہ ہے‘ جس کا شریعت نے حکم دیا ہے‘ گویا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے علاوہ پوری امت کے چودہ سو سالہ تعامل اور علماء محققین نے پردہ کی جو تشریح اور تفصیل ارشاد فرمائی ہے‘ وہ پردہ شرعی ہے۔ ایسا شرعی پردہ واجب ہے‘ اور اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے۔ پردہ کی مشروعیت اور اس کی حکمت جاننے کے لئے اگر صحیح بخاری شریف کی اس حدیث کو پیش نظر رکھا جائے تو بہت آسانی سے بات سمجھ آجائے گی۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے گھر میں نیک‘ صالح اور فاسق فاجر ہر طرح کے لوگ آتے ہیں‘ اگر آپ امہات المومنین کو پردہ کا حکم دے دیں تو کیا ہی اچھا ہو‘ اس پر سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی:

”جب تمہیں ازواج مطہرات سے کچھ پوچھنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے پوچھا کرو‘ یہی تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے پاکیزگی کا ذریعہ ہے‘ اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو‘ اور نبی کی ازواج کے ساتھ نبی کی وفات کے بعد کبھی نکاح نہ کرو‘ کیونکہ یہ اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔“ (صحیح بخاری ص:۷۰۶ ج:۲)

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پردہ کا حکم کتنا اہم ہے‘ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین دور کے پاک باز اور پاکیزہ لوگوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ ازواج مطہرات سے اور ازواج مطہرات ان سے پردہ کیا کریں‘ اور اگر کبھی کوئی ضروری مسئلہ پوچھنا ہو یا کوئی معلومات کرنا ہوں تو بلا حجاب نہیں‘ بلکہ پردہ کے اندر رہ کر کیا کریں‘ یہ تمہارے اور ازواج مطہرات کے قلوب کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

غور فرمایئے! یہ ان لوگوں کے لئے ارشاد ہے‘ جن کو یہ کہا جارہا ہے کہ ازواج مطہرات ان کی مائیں ہیں اور نبی کی ازواج کے ساتھ نبی کی رحلت کے بعد ان کا نکاح کرنا ناجائز ہے‘ کیونکہ یہ اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔

اب ان بے پردگی کے حامیوں اور پردہ کے مخالفوں سے کوئی پوچھے کہ اس دور کے ہوس پرستوں اور دعوت گناہ دیتی ان تتلیوں کے لئے یہ حکم کیوں نہ ہوگا؟ کیا ان کے قلوب صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے دلوں سے زیادہ پاکیزہ ہیں؟ کیا دور حاضر کے ان مردوں اور عورتوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا؟ کیا بے پردہ پھرنے والی یہ تمام پریاں ان کی مائیں اور بہنیں ہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ اس حکم سے کیوں مستثنیٰ ہیں؟ صرف اس لئے کہ ان کو اللہ کے حکم‘ دین و شریعت‘ شرافت دیانت اور عصمت و پاکیزگی سے دشمنی اور چڑ ہے؟ اور وہ بھی محض اس لئے کہ چشم بددور مغرب کی اندھی تقلید میں خواتین کو اپنی ہوس پرست نگاہوں کا نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ چہرہ کا پردہ ہے یا نہیں؟ اس کے لئے صرف اتنا عرض ہے کہ پردہ چونکہ فتنہ اور گناہ کے سد باب کے لئے ہے‘ اس لئے چہرہ بھی بنیادی طور پر پردہ میں داخل ہے‘ البتہ کچھ لوگ پردہ کے حکم کو خفیف اور ہلکا کرنے کے لئے یہ کہا کرتے ہیں کہ قرآن کریم نے خواتین کو اپنے پوشیدہ اعضاء کے پردہ کا حکم دیا ہے‘ رہے وہ اعضاء جو کھلے ہوئے ہوں‘ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں‘ چونکہ چہرہ کھلا ہوا ہوتا ہے‘ اس لئے اس کا پردہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں چند امور پیش نظر رہنا چاہئیں:

اول:... چہرہ کھلے اعضاء میں سے نہیں‘ کیونکہ اگر اس کا پردہ نہ ہوتا یا اس کو چھپانے کا حکم نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ کو ازواج مطہرات سے پردہ کے پیچھے بات چیت کرنے کا حکم نہ دیا جاتا؟

دوم:... چہرے کے علاوہ دوسرے اعضاء تو پہلے سے لباس میں مستور اور چھپے ہوئے ہوتے ہیں تو ان کے پردہ کا کیا معنی؟ کیا پردہ کا حکم خواتین کے لباس کو ہے؟ کیا کوئی معمولی عقل و خرد کا آدمی اس کو تسلیم کرسکتا ہے؟

سوم:... پردہ کی مشروعیت اور اس کا حکم دلوں کو فتنہ سے بچانے کے لئے دیا گیا ہے‘ جیسا کہ سورۂ احزاب کی مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوچکا ہے‘ تو بتلایا جائے کہ خواتین کے چہرہ کو دیکھنے سے دل متاثر ہوتے ہیں یا ان کے اعضاء کے مستور و پر موجود لباس کے دیکھنے سے؟ اگر چہرہ دیکھنے سے دل متاثر ہوتے ہیں اور یقیناً متاثر ہوتے ہیں تو اس کے پردہ کا حکم کیوں نہ ہوگا؟ اور وہ پردہ کے حکم سے کیوں مستثنیٰ ہوگا؟

چہارم:... عورت کی کشش اور جاذبیت اور اس کے حسن و قبح‘ خوبصورتی اور بدصورتی کا معیار اس کا چہرہ ہوتا ہے یا اس کے اعضاء پر موجود ساتر لباس؟ ہر عقلمند اس کا فیصلہ کرسکتا ہے کہ باعث کشش اور محرک فتنہ اس کا کھلا چہرہ ہی ہوتا ہے‘ جب محرک فتنہ ہی چہرہ ہے تو اس کا پردہ کیوں نہ ہوگا؟

پنجم:... جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ: ”اے نبی اپنی بیویوں‘ صاحبزادیوں اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ لٹکالیا کریں اپنے اوپر

چادریں۔" (احزاب:۵۹) اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ نے...... راستہ دیکھنے کے لئے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے سوا پورا جسم اور منہ ایک چادر میں چھپا کر نکلا یا کہ ہاتھ پاؤں کے علاوہ سب اس میں داخل ہے۔ (فتح القدیر ج ۷ ص:۳۰۷)

بایں ہمہ اگر کبھی کسی ضرورت سے چہرہ کھلا رہ جائے یا کھولنا پڑے تو اس کی پہلے سے پیش بندی کر دی گئی کہ مردوں اور عورتوں کو اپنی آنکھیں نیچی رکھنی چاہئیں یہ ان کی شرمگاہوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

ان تفصیلات کے بعد کوئی بے دین' قرآن وسنت کا منکر اور دین وشریعت کا باغی ہی شرعی پردہ کا منکر ہوگا۔

ششم: صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ افک کی حدیث میں مذکور ہے کہ:

"...... حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی' لشکر کے پیچھے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ چلا گیا اور میں پیچھے رہ گئی اور اپنی جگہ پر بیٹھی انتظار کرتے کرتے سوگئی...... تو وہ صبح صبح اس جگہ پہنچ گئے' وہ کسی سوتے انسان کا ہیولا اور عکس دیکھ کر قریب آئے تو انہوں نے مجھے پہچان لیا' اس لئے کہ انہوں نے حجاب اور پردہ کے حکم سے پہلے مجھے دیکھا تھا' جب انہوں نے مجھے پہچان کر انا للہ پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی اور میں نے فوراً اپنے چہرہ کو اپنی چادر سے چھپالیا......" (صحیح بخاری ص:۶۹۶' ج:۲' طبع نور محمد کراچی)

سوال یہ ہے کہ اگر چہرہ کا پردہ نہیں تھا تو ام المومنین یہ کیوں فرماتیں کہ: "پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا؟" اسی طرح اگر چہرہ کا پردہ نہیں تھا تو صدیقہ کائنات نے جاگتے پر اپنے چہرہ کو کیوں چھپایا تھا؟ کیا اب بھی اس میں کوئی اشکال وابہام باقی رہ جاتا ہے کہ چہرہ کا پردہ نہیں ہے' یا چہرہ پردہ کے حکم سے مستثنیٰ ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا کہا جائے کہ ان ابوالہوسوں کا قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ پر ایمان ہے؟

ہفتم: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ میرے رضاعی چچا...... افلح رضی اللہ عنہ...... نے میرے گھر اور میرے پاس آنے کی اجازت چاہی تو میں نے ان کو یہ کہہ کر گھر میں داخل ہونے سے منع کر دیا کہ میں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لوں' اجازت نہ دوں گی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں نے اس سلسلہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ تو تیرے چچا ہیں اور چچے سے پردہ نہیں ہے' لہٰذا وہ تیرے گھر میں آسکتے ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا...... (صحیح بخاری ص:۸۸۷' ج:۲' طبع نور محمد کراچی)

ارشاد فرمایا جائے کہ اگر چہرہ کا پردہ نہیں تھا تو حضرت عائشہ اتنا احتیاط کیوں فرماتیں کہ رضاعی چچے کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر گھر میں آنے سے منع فرما رہی ہیں؟

اس کے علاوہ خود فرماتی ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب پردہ کا حکم نازل ہو گیا' معلوم ہوا پہلے اس طرح کا آنا جانا منع نہ تھا' لیکن جب حجاب کا حکم نازل ہوا تو آپ نے رضاعی چچا کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ معلوم کئے بغیر' گھر میں آنے سے روک دیا تھا' حالانکہ رضاعی رشتوں کا وہی حکم ہے جو حقیقی رشتوں کا ہوتا ہے۔

ہشتم:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ منورہ کے درمیان تین دن تک قیام فرمایا' اسی دوران آپ کا حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح اور رخصتی ہوئی اور آپ کے ولیمہ کی دعوت پر میں نے ہی لوگوں کو بلایا...... جب اس سے فراغت ہوئی تو مسلمانوں میں یہ کھسر پھسر ہونے لگی کہ حضرت صفیہ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور ام المومنین ہوں گی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی' کنیز اور حرم؟ اس پر صحابہ کرامؓ نے کہا دیکھتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے پردہ کرایا تو ہم سمجھیں گے کہ یہ آپ کی زوجہ مطہرہ اور ام المومنین ہیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پردہ نہ کرایا تو سمجھا جائے گا کہ یہ آپ کی لونڈی اور کنیز ہیں...... کیونکہ کنیزوں اور لونڈیوں کے لئے بوجہ ضروریات خدمت اور کام کاج کے پردہ کا حکم نہیں...... چنانچہ جب آپؐ نے قافلہ کو کوچ کا حکم دیا اور آپ نے حضرت صفیہؓ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور حضرت صفیہؓ اور لوگوں کے درمیان حجاب اور پردہ ڈال دیا...... تو لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ بھی ازواج مطہرات میں سے ہیں۔" (صحیح بخاری ص:۶۱۷' ج:۲' طبع نور محمد کراچی)

بتلایا جائے کہ اگر چہرہ کے پردہ کا حکم نہیں تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر پردہ کیوں لٹکایا؟ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ کہنا کہ اگر حضرت صفیہ کو کنیز اور لونڈی رکھا گیا تو ان کو پردہ نہیں کرایا جائے گا اور اگر پردہ کرایا گیا تو یہ اس کی نشانی ہوگی کہ آپ ام المومنین کے اعزاز سے سرفراز ہو چکی ہیں۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ پردہ کے مخالف ومنکر حضرات تمام مسلمان خواتین کو نعوذ باللہ! لونڈی اور کنیز کا درجہ دینا چاہتے ہوں؟ اور ان کی نگاہ میں ان شریف زادیوں کا مرتبہ ومقام بھی کسی خادمہ اور لونڈی سے زیادہ نہ ہو؟ کیا کوئی باغیرت مسلمان' اپنی بہنوں' بیٹیوں' بیویوں اور ماؤں کے لئے اس "اعزاز" کو برداشت کرے گا؟ اگر نہیں تو ان کو یہ بات سمجھ آجانی چاہئے کہ مسلمان خواتین کے لئے پردہ کا حکم ہے' یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا' حضرات صحابہ کرامؓ اور پوری امت کا تعامل ہے' یہی قرآن' حدیث اور اجماع امت کا فیصلہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

عورتوں سے متعلق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے وہ رمضان کے روزے رکھ لیا کرے اور اپنی آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاوند کی تابعداری کرے تو ایسی عورت جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلانی عورت کثرت سے نفل نمازیں اور روزے اور خیر خیرات کرتی ہے، لیکن زبان سے پڑوسیوں کو تکالیف بھی پہنچاتی ہے، آپؐ نے فرمایا: وہ دوزخ میں جائے گی، پھر اس شخص نے عرض کیا کہ فلانی عورت نفل نمازیں اور روزے اور خیرات کچھ زیادہ نہیں کرتی، یونہی کچھ پنیر کے ٹکڑے دے دلا دیتی ہے، لیکن زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی، آپؐ نے فرمایا: وہ جنت میں جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کا اپنے گھر میں گرہستی کرنا جہاد کے رتبہ کو پہنچتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتو! میں نے تم کو دوزخ میں بہت دیکھا ہے، عورتوں نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: تم سب چیزوں پر پھٹکار بہت ڈالا کرتی ہو (یعنی لعن طعن کرتی ہو، کوستی ہو) اور شوہر کی ناشکری بہت کرتی ہو، اور اس کی دی ہوئی چیزوں کی بہت ناقدری کرتی ہو۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتوں کی فرستادہ آپؐ کے پاس آئی ہوں (یعنی عورتوں نے مجھے یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ) مرد جمعہ اور جماعت اور عیادت مریض اور حضور جنازہ اور حج و عمرہ اور اسلامی سرحد کی حفاظت کی بدولت ہم پر فوقیت لے گئے، آپؐ نے فرمایا: تو واپس جا اور عورتوں کو خبر کر دے کہ تمہارا اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنا یا حق شوہری ادا کرنا اور شوہر کی رضامندی کا لحاظ رکھنا اور شوہر کے موافق مرضی کا اتباع کرنا، یہ سب ان اعمال کے برابر ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی عورت پر اللہ کی رحمت نازل ہو! جو رات کو اٹھ کر تہجد پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی جگائے کہ وہ بھی نماز پڑھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب عورتوں سے اچھی وہ عورت ہے کہ جب شوہر اس کی طرف نظر کرے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب وہ اس کو کوئی حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اپنی جان اور مال میں اس کو ناخوش کر کے اس کی مخالفت نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں کچھ تکلیف دیتی ہے تو جنت میں وہ حور جو اس شوہر کو ملے گی وہ کہتی ہے کہ خدا تجھے غارت کرے! وہ تیرے پاس مہمان ہے جلد ہی ہمارے پاس چلا آئے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی عزت و آبرو کے بارے میں پارسا ہو اور اپنے خاوند پر عاشق ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس عورت کو پسند کرتا ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ تو محبت اور لاگ کرے اور غیر مرد سے اپنی حفاظت کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت دوسری عورت سے اس طرح نہ ملے کہ اپنے خاوند کے سامنے اس کا حال اس طرح کہنے لگے جیسے وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخی عورتیں جن کو میں نے دیکھا نہیں، میرے زمانہ کے بعد پیدا ہوں گی کہ کپڑے پہنے ہوں گی اور ننگی ہوں گی، یعنی بدن پر نام کو کپڑا ہوگا لیکن کپڑا اس قدر باریک ہوگا کہ تمام بدن نظر آئے گا اور اترا کر بدن کو مٹکا کر چلیں گی اور بالوں کے اندر موباف یا کپڑا دے کر بالوں کو لپیٹ کر اس طرح باندھیں گی کہ جس میں بال بہت سے معلوم ہوں جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے، ایسی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی، بلکہ اس کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت زیور دکھلاوے کے لئے پہنے گی (قیامت میں) اسی سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف رکھتے تھے آپ نے ایک آواز سنی جیسے کوئی کسی پر لعنت کر رہا ہو' آپ نے پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ فلانی عورت ہے جو اپنی سواری کی اونٹنی پر لعنت کر رہی ہے' وہ اونٹنی چلنے میں کمی کرتی ہوگی' اس عورت نے چلا کر کہہ دیا ہوگا: تجھے خدا کی مار ہو (لعنت ہو) جیسا کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے (کوسنے اور لعنت کرنے کی)' آپ نے حکم دیا کہ اس عورت کو اور اس کے سامان کو اس کی اونٹنی پر سے اتار دو' یہ اونٹنی تو اس عورت کے نزدیک لعنت کے قابل ہے پھر اس کو کام میں کیوں لاتی ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح اور تنبیہ کے واسطے ایسا فرمایا کہ جس چیز کو کام میں لاتی ہے اسی کو لعن طعن کرتی ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت نے بخار کو برا کہا' آپ نے فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بین کر کے رونے والی عورت (یعنی نوحہ کرنے والی اور چیخ کر چلا کر رونے والی عورت) اگر توبہ نہ کرے گی تو قیامت کے روز اس حالت میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے بدن پر کرتہ کی طرح ایک روغن لپیٹا جائے گا' جس میں آگ بڑی جلدی لگتی ہے اور کرتہ ہی کی طرح پورے بدن میں خارش بھی ہوگی' یعنی اس کو دو طرح کا عذاب ہوگا' خارش سے پورا بدن نوچ ڈالے گی اور دوزخ کی آگ الگ لگے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسی اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر اور ہلکا نہ سمجھے چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (کسوۃ النساء' بہشتی زیور)

بعض عورتوں میں یہ عادت بہت ہوتی ہے کہ دوسرے کے گھر سے آئی ہوئی چیز حقیر سمجھتی ہیں' طعنہ دیتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہوا تھا' جس نے اس کو پکڑ کر باندھا تھا' نہ اس کو کھانے کو دیا' نہ اس کو چھوڑا' یوں ہی تڑپ تڑپ کر مر گئی۔

فائدہ:

اس طرح جانور پال کر اس کے کھانے پینے کی خبر نہ لینا عذاب کی بات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض مرد اور عورتیں ساٹھ برس تک خدا کی عبادت کرتے ہیں پھر جب موت کا وقت آتا ہے تو شریعت کے خلاف وصیت کر کے دوزخ کے قابل ہو جاتے ہیں (مثلاً یہ کہ فلاں وارث کو اتنا مال دے دینا)۔

تنبیہ:

وصیت کا مسئلہ کسی عالم سے پوچھ کر اس کے موافق عمل کرے' کبھی اس کے خلاف نہ کرے۔

☆☆......☆☆

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے ارشادات

☆...... اگر آپ قیامت کے دن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت چاہتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جگہ چاہتے ہیں تو آپ کو ختم نبوت کا کام کرنا پڑے گا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی امت اور جماعت کے مقابلے میں آنا پڑے گا' کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟

☆...... امت مسلمہ پر یہ فرض ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سپر ہو اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کے طلسم سامری کو پاش پاش کر ڈالے۔ اس فریضہ کا نام تحفظ ختم نبوت ہے' اور تاریخ شہادت دے گی کہ امت مسلمہ نے کسی بھی دور میں اس فرض سے کوتاہی نہیں کی۔

☆...... دنیا بھر کا ہر ہندو' ہر یہودی' ہر مسیحی اور ہر دہریہ' قادیانی فرقہ سے دلچسپی رکھتا ہے' اس کے تحفظ کے لئے اپنی طاقت کی چھتری مہیا کرنا ضروری فرض سمجھتا ہے' اور قادیانیوں کی خاطر عالم اسلام کو ڈائنامیٹ سے اڑا دینے کا عزم رکھتا ہے' ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ ''الکفر ملة واحدة'' کفر کے تمام فرقوں کی باہمی لڑائی انہیں اسلام دشمنی کے مقصد پر جمع ہونے سے نہیں روکتی' تمام طاغوتی طاقتیں عالم اسلام کے خلاف قادیانی جماعت کی معاون و محافظ ہیں اور قادیانی گروہ ان سارے طاغوتوں کی شطرنج کا مہرہ ہے' جسے اسلام کو زک پہنچانے کے لئے بہ لطائف الحیل حرکت میں لایا جاتا ہے۔

مناقب صحابہ کرامؓ واہلِ بیتِ اطہارؓ

حضرت سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور جو لوگ قدیم ہیں' پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیچھے آئے نیکی سے' اللہ راضی ہوا ان سے' اور وہ راضی ہوئے اس سے' اور رکھے ہیں واسطے ان کے باغ' نیچے بہتی نہریں' رہا کریں ان میں ہمیشہ' یہی ہے بڑی مراد ملنی۔" (سورۂ توبہ:۱۰۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"میرے کسی صحابی کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی نہ کرو' کیونکہ ان کا مرتبہ حق تعالیٰ کے یہاں اس درجہ بلند ہے کہ اگر کوئی غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو میرے صحابی کے ایک سیر بھر بلکہ آدھ سیر جو خیرات کرنے کے برابر بھی نہ ہوگا۔" (بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہوں تو ان سے یوں کہہ دو کہ تمہاری اس بُری حرکت پر خدا کی لعنت ہو!" (ترمذی عن عبداللہ بن عمرؓ)

سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرو' میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد (یہ جملہ آپؐ نے دومرتبہ ارشادفرمایا) اس کے بعد فرمایا کہ میرے صحابہ کو لعن وطعن کا نشانہ مت بناؤ' یادرکھو! جو میرے صحابہ سے محبت کرے گا تو درحقیقت اس کو میری محبت کی بنا پر ان سے محبت ہوگی اور جو ان سے بغض رکھے گا تو درحقیقت مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض ہوگا' جو میرے صحابہ کو اذیت دے گا' اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی' اس نے حق تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے حق تعالیٰ کو اذیت دی تو اس پر عذابِ الٰہی نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔" (ترمذی عن عبداللہ بن مغفلؓ مرفوعاً)

مناقب سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"جس نے علیؓ کی شان میں گستاخی کی تو گویا اس نے میری شان میں گستاخی کی۔" (رواہ احمد)

حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے مقام غدیرخم پر پہنچے تو آپؐ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ ارشادفرمایا کہ:

اے لوگو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تمام مومنوں کے نزدیک ان کی جانوں سے بھی عزیز تر ہوں؟ سب نے تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا: بے شک ایسا ہی ہے' اس کے بعد آپؐ نے ارشادفرمایا: کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں ہر مومن کو اس کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں؟ سب نے عرض کیا: بے شک ایسا ہی ہے' اس کے بعد آپؐ نے ارشادفرمایا: اے اللہ! میں جس کا مولیٰ بن جاؤں' علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہوں' اے اللہ! محبت کیجئے اس شخص سے جو علیؓ سے محبت کرے اور دشمن رکھئے اس شخص کو جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔ اس ارشاد کے بعد عمر فاروقؓ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مبارکباد دی اور فرمایا: "اے ابن ابی طالب! مبارک ہو' اب تو آپ ہر مومن مرد وعورت کے مولیٰ بن گئے۔" (رواہ احمد)

مناقب سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراءؓ:

حضرت مسور بن مخرمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

"فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جس نے اس کو مغضوب رکھا' اس نے مجھ کو مغضوب

رکھا اور جس نے اس کو ناخوش کیا‘ اس نے مجھ کو ناخوش کیا‘ اور جس نے اس کو اذیت پہنچائی‘ اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی۔“
(بخاری و مسلم)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا‘ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”آج کی رات میں ایک مقدس فرشتہ زمین پر نازل ہوا جو اس سے پہلے زمین پر نہیں آیا تھا اور حق تعالیٰ سے اجازت لے کر اس مقصد سے نازل ہوا کہ مجھ کو سلام کرے اور یہ بشارت سنائے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حسن و حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہوں گے۔“ (ترمذی)

حضرت ام المومنین عائشہؓ سے مروی ہے:

”وفات مبارک سے چند روز پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! تمہارے لئے بہت خوشی کا مقام ہے کہ تمہیں جنتی عورتوں کی سردار بنایا جائے گا۔“
(بخاری و مسلم)

مناقب سیدنا حسنؓ و حسینؓ

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے:

”(حضرت) حسنؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے نصف اعلیٰ میں سر تا بہ سینہ تک بہت مشابہ تھے اور (حضرت) حسینؓ سینہ کے بعد سے قدم مبارک تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے بہت ہی مشابہت رکھتے تھے۔“ (ترمذی)

حضرت ام المومنین عائشہؓ سے مروی ہے:

”وفات مبارک سے چند روز پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! تمہارے لئے بہت خوشی کا مقام ہے کہ تمہیں جنتی عورتوں کی سردار بنایا جائے گا۔“ (بخاری و مسلم)

حضرت اسامہ بن زیدؓ راوی ہیں:

”حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں حضرت حسنؓ و حسینؓ تھے اور آپؐ یہ دعا فرما رہے تھے: ”اے اللہ! میں حسن اور حسین سے محبت کرتا ہوں‘ اے اللہ! آپ بھی ان دونوں کو اپنا محبوب بنا لیجئے اور ان لوگوں سے بھی محبت فرمایئے جو ان سے بھی محبت کریں۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے اس طرح تشریف لائے کہ آپؐ کے ایک کاندھے پر حسنؓ اور دوسرے پر حسینؓ تھے آپؐ غایت شفقت سے کبھی ایک کو پیار کرتے اور کبھی دوسرے کو اس پر حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خدا کی قسم! آپ کو تو ان دونوں بچوں سے بہت محبت معلوم ہوتی ہے؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو حسن اور حسین سے محبت کرے گا اس نے درحقیقت مجھ سے محبت کی اور جو ان دونوں سے بغض رکھے گا وہ دراصل مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔“

(البدایہ والنہایہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ تو اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے محبوب مجھ کو حسن اور حسین ہیں اور بارہا آپؐ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کرتے تھے:

”میرے پاس میرے دونوں بیٹوں حسن اور حسین کو بلا دو تاکہ میں ان کو محبت سے اپنے سینے سے لگاؤں اور پیار کروں۔“ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”ایک روز صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے‘ اس شان سے کہ آپ ایک اونی منقش کمبل اوڑھے ہوئے تھے‘ اتنے میں حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) آ گئے آپؐ نے ان کو اپنے کمبل میں داخل کر لیا‘ پھر حسینؓ بھی آ گئے آپؐ نے ان کو بھی اپنے کمبل میں داخل کر لیا‘ پھر حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں تو آپؐ نے ان کو بھی اپنے کمبل میں داخل کر لیا‘ ان کے بعد حضرت علی تشریف لے آئے آپؐ نے ان کو بھی اسی کمبل میں لے لیا‘ اس کے بعد آپؐ نے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

”اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو! تم سے (معصیت و نافرمانی کی) گندگی دور رکھے اور تم کو (ظاہراً و باطناً عقیدتاً و عملاً خلقاً) بالکل پاک و صاف رکھے۔“

(ترجمہ از تفسیر بیان القرآن)

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں تحریر فرماتے ہیں:

"غرض کہ لفظ اہل بیت کے دو مفہوم ہیں: ایک ازواج، دوسرے عترت، خصوصیت قرائن سے کسی مقام پر ایک مفہوم مراد ہوتا ہے کہیں دوسرا اور کہیں عام بھی ہو سکتا ہے۔" (تفسیر بیان القرآن)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مقام خم کے قریب، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے، کھڑے ہو کر عام مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا، خطبہ میں حمد وثنا کے بعد مختلف نصیحتیں فرمائیں، اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، عنقریب زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے پاس میرے پروردگار کا پیامی آئے گا اور میں اس کی دعوت پر لبیک کہوں گا، تو میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا، ان میں پہلی چیز کتاب اللہ ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، تم کتاب اللہ کو مضبوط پکڑ لو اور اس کی حفاظت کی پوری پوری کوشش کرو۔"

اس کے بعد آپ نے مختلف طریقے پر کتاب اللہ کی حفاظت اور اس پر عمل کرنے کی رغبت دلائی، اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، تم خدا سے ڈرنا میرے اہل بیت کے معاملے میں، تم اللہ سے ڈرنا میرے اہل بیت کے معاملے میں، (یہ جملہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا)۔" (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"جب ایک عراقی محرم نے ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ بحالتِ احرام مکھی کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ناخوش ہو کر ارشاد فرمایا: اہل عراق مجھ سے بحالتِ احرام مکھی مارنے کے بارے میں مسئلہ پوچھ رہے ہیں، حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسینؓ کو قتل کر دیا، اور یاد رکھو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں دنیا میں میری "خوشبوئیں" ہیں۔" (بخاری)

حضرت ام فضلؓ سے مروی ہے:

"ایک روز میں حسینؓ کو گود میں لئے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور آپ کی گود میں ان کو بٹھلا دیا، آپؐ ان کو گود میں لئے ہوئے تھے کہ میں پھر کسی کام میں لگ گئی، اچانک جب میری نگاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے ہیں، میں نے حیرت سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ابھی جبرائیل تشریف لائے تھے اور مجھ کو مطلع کیا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میرے امتی میرے اس پیارے بیٹے کو قتل کردیں گے، ام فضلؓ کہتی ہیں، میں نے دوبارہ تعجب سے معلوم کیا کہ کیا حسینؓ ہی کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے گا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "ہاں حسین ہی کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا۔" (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پراگندہ بال، غبار آلود تھے، آپ کے دست مبارک میں ایک شیشی تھی، جس میں خون تھا، پس میں نے عرض کیا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کا یہ کیا حال ہے؟ اور یہ شیشی کیسی ہے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ حسین اور ان کے یاروں کا خون ہے، میں صبح سے اب تک اسے جمع کرتا رہا ہوں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"میں نے اس وقت کو اچھی طرح سے یاد رکھا، پس میں نے پایا کہ حسین ٹھیک اسی وقت میں شہید کئے گئے۔" (مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ، رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ، رواہ احمد)

☆☆..........☆☆

شفاء دینے والی دو چیزوں کو اپنے اوپر لازم کرلو!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"شفاء دینے والی دو چیزوں کو اپنے اوپر لازم کرلو، ایک شہد، دوسرے قرآن پاک۔"

علومِ نبوت کی حفاظت واشاعت اور دینی مدارس

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ متحدہ ہندوستان ایک اسلامی مملکت تھی' لیکن جب استعماری قوتوں نے اپنے مکروفریب اور دھوکا دہی سے اس پر قبضہ جمایا اور اسلامی ریاست کو تاراج کردیا' تو اس کے نظامِ تعلیم کو بھی تبدیل کردیا' ہزاروں اکابر علماً و صلحاً کو قتل کردیا' جس کے نتیجے میں سخت مزاحمت کے بعد علماً و مسلمانانِ ہند نے بدلتے ہوئے حالات کا جائزہ لینے' مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ اور مستقبل میں اسلام کی بقاً کی سوچ وفکر کی غرض سے بیٹھ کر سوچنا شروع کیا' بالآخر علماً کرام حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی سرپرستی میں جمع ہوئے' سب کی اجتماعی سوچ یہ تھی کہ اب علومِ وحی اور امتِ مسلمہ کے ایمان کی حفاظت کس طرح کی جائے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں راستہ دکھایا اور ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اب ہندوستان میں اسلامی مدارس و مکاتب کا جال بچھایا جائے اور مسلمانوں کی نئی نسل کے دین وایمان کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان کی فکری تربیت کی جائے' چنانچہ طے پایا کہ ایک اسلامی مدرسہ کی بنیاد رکھی جائے جو مسلمانوں کو شرعی علوم کتاب اللہ' سنت رسول اللہ' فقہ وعلوم عربیہ سکھائے اور امت مسلمہ کو باعمل علماً اور دین کے ہر شعبہ کے متخصصین فراہم کرے۔

چنانچہ اس مدرسہ کی ابتداً ۱۲۸۳ھ بمطابق ۱۸۶۸ء میں ایک شاگرد' جن کا نام محمود تھا' اور ایک ہی استاذ' جن کا نام بھی محمود تھا' سے ایک مسجد کے صحن اور انار کے درخت کے سائے میں ہوئی' وہاں نہ کلاسوں کا تصور تھا اور نہ ہی طلبہ کے لئے کسی کمرے کا' اور یہ سب کچھ دیوبند نامی شہر میں ہوا' یہ تھی اس پودے کی ابتداً جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی سربلندی کے لئے پودے لگاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اس پودے میں برکت ڈالی تو وہ نہایت تناور درخت بن گیا' جس کی جڑیں زمین میں مضبوط اور شاخیں آسمان کو چھورہی ہیں اور جو اپنے رب کے حکم سے ہروقت پھل دے رہا ہے۔

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

اس طرح یہ مدرسہ بعد میں ایک عالمی اسلامی یونیورسٹی بنا اور ہندوستان کا ازہر قرار پایا' جہاں ہندوستان سے علم کے پیاسے جوق در جوق اس کی طرف لپکے' وہاں دیگر ممالک سے بھی طلبہ کے وفود آنے لگے' جس کے نتیجہ میں امتِ مسلمہ کو اس کے فوائد وثمرات ملنے لگے اور اس جامعہ نے ہزاروں کی تعداد میں علماً' مفسرین' محدثین' فقہاً' مفتی' قاضی' خطباً' مبلغین اور مولفین پیدا کئے' جنہوں نے ہر علم و فن اور عربی' اردو' فارسی اور دوسری مقامی زبانوں میں خدمات سرانجام دیں اور تالیف وتصنیف فرمائی' انہی میں سے صرف ایک عالم کی چھوٹی بڑی تصانیف' جو کئی جلدوں پر مشتمل ہیں' کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے' جو اپنی ذات میں خود ایک امت تھے اور جنہوں نے اکیلے وہ کام کر دکھایا جو ایک پوری جماعت اور اکیڈمی نہیں کرسکتی:

پھر یہ علماً برصغیر میں ہرطرف پھیل گئے' تاکہ ان علوم کو جہاں مسلم معاشرے میں پھیلائیں' وہیں شرک و بدعات اور گمراہ فرقوں کا مقابلہ کریں' چنانچہ ان علماً کرام کے عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظرے ہوئے' جن میں اللہ تعالیٰ نے انہیں سرخرو کیا اور باطل کو شکست دی' دوسری طرف انہی علماً کرام نے دیوبند کی طرز پر مدارس و جامعات کی بنیاد رکھی' جن کا نظم ونسق اگر علماً نے سنبھالا' تو ان کے اخراجات اہل خیر حضرات نے اپنے ذمہ لے لئے' چنانچہ پاکستان' بنگلہ دیش' ہندوستان اور دیگر ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں یہ ادارے دیوبند کی شاخیں تصور کی جاتی ہیں' جن میں ہر طبقہ اور ہر قوم کے لاکھوں طلبہ آتے اور دین میں فقاہت حاصل کرتے رہے اور اپنے اپنے ممالک وقبائل کی طرف مرشد' منذر اور ہادی ورہنما بن کر لوٹتے رہے۔

معزز قارئین! ان مدارس و جامعات کا نصاب بطور خاص مندرجہ ذیل علوم پر مشتمل ہے: عربی گرامر سے متعلقہ علوم' علوم قرآن' علوم حدیث' علوم فقہ وغیرہ' اور اس کی مدت تعلیم مڈل کے بعد آٹھ سال ہے' مجموعی اعتبار سے اس تعلیم کا دورانیہ سولہ سال پر مشتمل ہے' اس نصاب اور ان مدارس کی نگرانی علماً کرام کی ایک تنظیم کرتی ہے' جو ''وفاق المدارس العربیہ'' کے نام سے جانی اور پہچانی جاتی ہے' اور جس کی زیرنگرانی کام

کرنے والے مدارس و جامعات کی تعداد نو ہزار سے زائد ہے' جن کے ماتحت ۸ لاکھ سے زائد طلباً و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں' جن کے ہر تعلیمی مرحلے کا امتحان بورڈ (وفاق) لیتا ہے اور انہیں سندات جاری کرتا ہے' اور اس کا آخری سال ایم اے عربی و اسلامیات کے مساوی ہے' جو کہ حکومت سے باقاعدہ منظور شدہ ہے۔

مسلمان بھائیو! میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کی توجہ ان سازشوں کی طرف مبذول کراؤں' جو اعدائے اسلام اور ان کے آلہ کار' دینی اداروں کے خلاف کرتے ہیں' خاص کر پاکستان کے مدارس و جامعات اسلامیہ کی مخالفت میں ان اعداء اور ان کے آلہ کاروں کی سازشوں سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔

مدارس مخالف لابی نہ صرف دینی مدارس کی مخالف ہے' بلکہ دراصل یہ عناصر' اسلام اور انسانیت کے دشمن ہیں' ان کی سازشوں کا ہدف مدارس کا خاتمہ اور علماً کرام کا قتل عام ہے' اگر وہ دینی مدارس کو ختم کرنے میں ناکام ہوں تو ان مدارس کے نصاب کو مسخ کرنا اور ان سے متعلقہ حضرات کو ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانا' انہیں دہشت گرد اور متعصب قرار دینا ان اعدائے اسلام اور ان کے آلہ کاروں کے مقاصد میں شامل ہے۔

دراصل یہ مدارس ان کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں' ان مدارس کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ خیر کے سرچشمے ہیں' رشد و ہدایت کے مینار ہیں' وہ ایسے لوگ پیدا کر رہے ہیں جو علماً و صلحاً ہیں' جو اس دین کی حقیقی روح کی حفاظت کر رہے ہیں اور بغیر کسی تحریف و تبدیل کے اسے امت مسلمہ تک پہنچاتے ہیں' وہ مسلمانوں کو ایک رب سے جوڑتے ہیں' انہیں حلال و حرام کی تمیز سکھاتے ہیں' معاملات کے طریقے بتلاتے ہیں' اخلاق و آداب بتلاتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ کے گھر آباد اور اس کے شعائر کی تعظیم برقرار رہتی ہے' وہ اچھائیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

ایک عرصہ قبل کچھ بڑے سرکاری لوگوں کا ایک وفد رئیس وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے پاس آیا' انہوں نے نصاب کی تبدیلی کے متعلق کافی بحث و مباحثہ کیا' اور انہوں نے حضرت مولانا کو بہلانے پھسلانے کی کوشش کی' مگر اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے! کہ آپ نے ان کی ہر بات کا مدلل رد کیا اور وہ ناکام لوٹے۔

دینی مدارس کے نصاب میں عصری اور فنی علوم کے مضامین کو شامل کرنے کا مشورہ دینے والوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی میڈیکل کالج کے پرنسپل سے یہ مطالبہ کرے کہ آپ اپنے نصاب میں انجینئرنگ اور قانون سے متعلق مضامین بھی شامل کریں' ظاہر ہے کہ اس کا جواب یہی ہوگا کہ ہم نے یہ کالج اس لئے نہیں بنایا کہ ہم انجینئر و وکلا پیدا کریں' بلکہ ہم نے یہ کالج' امراض کے ماہر ڈاکٹر پیدا کرنے کے لئے کھولا ہے' جو لوگوں کا علاج کرسکیں۔

معزز حضرات! علم حاصل کرنا ہر قوم اور ہر شعبے کے ہر فرد کا بنیادی حق ہے' جو اقوام متحدہ کے چارٹر میں شامل ہے' اور ہر ملک کا دستور ہے اور وہ ہر طالب علم کو یہ حق بھی دیتے ہیں کہ وہ تعلیمی شعبوں میں سے جو شعبہ اختیار کرنا چاہے' کرسکتا ہے' اور جس کی طرف اس کا میلان ہو' وہ اس کو اپنا سکتا ہے' لہٰذا کوئی اپنے لئے میڈیکل اختیار کرتا ہے' تو کوئی قانون' سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے طلباً کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے لئے شریعت کو منتخب کریں' علوم وحی کو اختیار کریں' دین میں فقاہت حاصل کریں؟ آپ انہیں اس بنیادی حق سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہیں؟ جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر فرض کفایہ قرار دیا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين“

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرات علماً کرام اور اہل دین کو متعصب اور تنگ نظر قرار دیا جاتا ہے' تو یہ ان پر بہتان عظیم ہے' میں ایک چھوٹی سی مثال سے اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا دین ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ تمام انبیاً کرام علیہم السلام پر ایمان لائیں اور ان سے محبت کریں' یہ ہمارے ایمان کا جزو ہے' جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

”آمن الرسول بما انزل اليه من ربه والمؤمنون كل آمن بالله

مدارس کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ خیر کے سرچشمے ہیں' رشد و ہدایت کے مینار ہیں' وہ ایسے لوگ پیدا کر رہے ہیں جو علماً و صلحاً ہیں' جو اس دین کی حقیقی روح کی حفاظت کر رہے ہیں اور بغیر کسی تحریف و تبدیل کے اسے امت مسلمہ تک پہنچاتے ہیں' وہ مسلمانوں کو ایک رب سے جوڑتے ہیں' انہیں حلال و حرام کی تمیز سکھاتے ہیں' معاملات کے طریقے بتلاتے ہیں' اخلاق و آداب بتلاتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ کے گھر آباد اور اس کے شعائر کی تعظیم برقرار رہتی ہے' وہ اچھائیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں

"وملائکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ" (البقرہ)

اسی محبت کا جیتا جاگتا ثبوت یہ ہے کہ آپ کوئی مسلم گھرانا ایسا نہیں دیکھیں گے' جو سابقہ انبیاؑ کرام اور حضرت مریم وغیرہا کے ناموں سے خالی ہو' اس کے برعکس یہودیوں اور عیسائیوں میں سے ایسا کوئی گھرانا نظر نہیں آئے گا' جو ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرات صحابہ کرامؓ یا امہات المومنینؓ کے ناموں پر اپنے نام رکھتا ہو' تو خدارا بتلایئے کہ شدت پسند کون ہے؟ وہ جو تمام انبیاؑ و رسولوں پر ایمان لائے اور ان سے محبت رکھتے ہیں؟ یا وہ جو ایک نبی کو مانیں اور باقیوں کا انکار کریں؟ اور ان کی توہین کریں؟ کیا کبھی آپ نے ان حضرات کو دیکھا کہ وہ اپنی اولاد کا نام محمدؐ' ابوبکرؓ' عثمانؓ' علیؓ رکھیں اور اپنی لڑکیوں کا نام عائشہؓ اور فاطمہؓ رکھیں؟ جب کہ ہمارا دین ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ساری انسانیت اللہ کی عیال ہے اور ان میں اللہ کو محبوب وہی ہے' جو اس کے عیال کے لئے سب سے اچھا اور خیر خواہ ہو۔

مدارس کی مخالفت میں کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ان میں صرف غریب غربا' پڑھتے ہیں' جنہیں کھانا پینا میسر نہیں' بلاشبہ یہ الزام کم علمی' جہالت اور مدارس دشمنی کی علامت ہے' ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان مدارس و جامعات میں معاشرے کے ہر طبقے کی نمائندگی موجود ہے' جن میں امرا' وزرا' سیاست دان' بیوروکریٹ' صنعت کار اور متوسط و غریب طبقے کے بچے بھی زیر تعلیم ہیں' اور یہ سب کے سب علم دین کی محبت میں آتے ہیں نہ کہ روٹی کے پیچھے' اور یہی انبیاؑ کے متبعین ہوتے ہیں۔

آخر میں خیر خواہی کے جذبے کے تحت میں مسلمان حکام کو یہ بتانا چاہتا ہوں...... اس لئے کہ دین خیر خواہی کا نام ہے...... کہ اس دین کی مسئولیت ہم سب پر ہے' خاص طور پر آپ حضرات پر اس کی سب سے زیادہ ذمہ داری ہے' لہٰذا اپنے آپ کو اس دین کا خادم اور وفادار بنائیں' آپ کے معاملات آپ کے ہاتھوں میں ہونے چاہئیں' اور آپ دوسروں کے آلۂ کار نہ بنیں۔ یہ جو کہتے پھرتے ہیں کہ اگر لوگوں نے اچھا کیا تو ہم بھی اچھا کریں گے' اور اگر انہوں نے بُرا کیا تو ہم بھی بُرا کریں گے' ایسا نہ کرو' بلکہ اپنے آپ کو اس موقف پر مضبوط کرو کہ لوگوں نے اچھا کیا تو ہم بھی اچھا کریں گے اور اگر انہوں نے بُرا کیا تو بھی ہم اچھا کریں گے۔

اسی طرح میں اسلام دشمنوں سے بھی یہ کہنا چاہوں گا...... خصوصاً ان سے جو اس دین اور اس کے پیروکاروں سے عناد رکھتے ہیں...... کہ اگر تم اس کے پیروکاروں کو کمزور سمجھتے ہو' تو جان لو کہ اس دین کا ایک رب ہے' جو اس کی حفاظت کرنا جانتا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔"

اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت باعمل علماؑ کرام کے ذریعہ فرمائی ہے' اور دشمنوں کی سازشوں کے باوجود یہ مدارس و جامعات اپنا فریضہ انجام دیتے آئے ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔

☆☆............☆☆

اگر مسلمان امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کرسکیں گی

"امت کسی ایک قوم اور علاقے کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے' بلکہ سینکڑوں' ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے' جو کوئی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے' اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے' اور امت کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے' یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے' اگر مسلمان ابھی امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کرسکیں گی' ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کرسکیں گے' لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے' تو خدا کی قسم! تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچاسکیں گی' اب مسلمان امت ہونے کی صفت کھو چکے ہیں' جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے' چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے' یہ امت اسی طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان' اپنی برادری' اپنی پارٹی' اپنی قوم' اپنے وطن' اپنی زبان کا حامی نہ تھا' مال و جائیداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا' بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کیا فرماتے ہیں؟ امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ اور رسولؐ کے حکم کے مقابلہ میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں' جب مسلمان ایک امت ہے' تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہوجانے سے ساری امت ہل جاتی تھی' اب ہزاروں' لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔"

(حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ)

مرتب: حافظ احسان اللہ احسان

علمأ کرام کے کرنے کا کام

زیرنظر مضمون حضرت مولانا سیدارشد مدنی مدظلہ العالی کی ایک تقریر ہے جسے افادۂ قارئین کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ادارہ

علمائے کرام' معزز حاضرین مجلس! میں دور دراز کا رہنے والا ایک انسان ہوں' کچھ تو دوری زمین کی دوری ہے' مسافت بہت ہے جہاں کا رہنے والا ہوں' اور کچھ سیاسی حالات نے دوری پیدا کردی' میں آپ کے ہاں آیا اور آپ نے جس گرم جوشی اخلاص اور محبت کے ساتھ میرا استقبال کیا' میرے دل میں اس کی بہت جگہ ہے اور میں اس کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

میں بار بار یہ سوچتا رہا کہ ایک غریب الوطن انسان جس کی زبان آپ کی زبان نہیں' اس کی تہذیب وتمدن آپ سے مختلف ہے' ایک دور کا رہنے والا انسان آپ کے یہاں آیا ہے' آپ کے دل کے اندر یہ قدر اور محبت جس کا اظہار آپ فرمارہے ہیں' یہ کون سا رشتہ ہے جس نے آپ کو اس پر ابھارا؟ تو میرے بھائی! میرا اور آپ کا سب سے قریب اور سب سے مضبوط ترین رشتہ اور دنیا کے ہر رشتہ سے مضبوط ترین رشتہ ایمان کا رشتہ ہے' دنیا کا رشتہ دنیا میں ختم ہوسکتا ہے' لیکن ایسا رشتہ جو اس دنیا میں اور دنیا کے بعد ایک دوسری آنے والی دنیا میں بھی قائم رہے گا' وہ رشتہ ایمان کا رشتہ ہے' قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"جتنے دوست ہیں' اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے' مگر جو لوگ ہیں ڈرنے والے۔" (زخرف:۶۷)

تقویٰ کے لئے بنیادی شرط ایمان ہے' قیامت کا دن ایسا روح فرسا دن ہوگا کہ جس سے دنیا کا دوست اپنے دوست سے بھاگے گا' جو دنیا میں دوستی کے رشتے ہیں' وہاں قیامت کے دن دشمنی سے بدل جائیں گے' دنیا کے دوست وہاں دوست نہیں' بلکہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے' مگر دنیا

مولانا سیّدارشد مدنی مدظلہ

کی دوستی وہاں (آخرت میں) بھی دوستی میں قائم رہے اور وہاں بھی ایک دوسرے کے دوست رہیں؟ وہ کون لوگ ہوں گے؟ یہ لوگ وہ ہوں گے جن کا دنیا میں تقویٰ اور ایمان کا رشتہ تھا' اس لئے یہ رشتہ بہت اہم ترین اور بڑا مضبوط رشتہ ہے۔

اس رشتہ کے بعد ہمارا اور آپ کا ایک اور بھی بہت بڑا رشتہ ہے' یہ رشتہ پہلے رشتہ سے زیادہ تنگ رشتہ ہے' مضبوط رشتہ ہے اور وہ رشتہ ہمارے ان اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے' جن کی مبارک شخصیت سے حسن عقیدت آپ کو بھی ہے اور ہمیں بھی ان کے ساتھ ایک نسبت ہے۔

ان لوگوں کا جذبہ ایمانی' خدمت خلق معرفت خداوندی' علم' اتباع سنت' حوصلہ اور ہر باطل سے ٹکر لینے کی صلاحیت اور قوت' جس کا ساری زندگی وہ ثبوت دیتے رہے' ان کی شخصیت ایسی بلند و برتر شخصیت تھی کہ جن کو ان سے حسن عقیدت ہوگئی' اگرچہ وہ لوگ دنیا سے چلے گئے لیکن ان کے دیوانے آج بھی ان کی شخصیت کے دیوانے ہیں' بے شمار لوگوں نے ان کو نہیں دیکھا' لیکن دیکھنے والوں سے ان کے حالات کو سنا' یہ بھی نہیں کہ ان کے حالات کو کتابوں میں پڑھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی شخصیت کے اندر ایسی کشش اور جاذبیت رکھی تھی کہ نہ دیکھتے ہوئے بھی انسان ان سے حسنِ عقیدت رکھتا ہے۔

گویا ہمارے اور آپ کے درمیان ایک دوسرا مضبوط ترین رشتہ یہ ہے کہ ہم اور آپ دونوں انہی کی ذات سے وابستہ ہیں اور انہی بزرگوں کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں' اور ہم یہ تصور رکھتے ہیں' یہ یقین رکھتے ہیں اور اپنے دل کے اندر یہ ارمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس دنیا میں ہمیں ان کے دامن سے وابستہ رکھا ہے' قیامت کے دن بھی ہمیں ان سے وابستہ رکھے' میرے بھائی! ان کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے' ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کے اندر جو اتنی قبولیت حاصل کی ہے کہ دنیا میں جہاں جاتے ہیں' ان کے دامن سے وابستہ لوگ ہمیں ملتے ہیں' ان سے دیوانگی کا تعلق رکھنے والے لوگ ملتے ہیں' آخر ان کے وہ کیا اوصاف تھے؟ جس نے دنیا کو اپنی طرف مائل کیا ہے؟

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

میرے بھائی! ان کا ایک وصف یہ تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت تھی' انہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہدایت کے لئے اس کو غلط راستے سے نکال کر صراط مستقیم پر ڈالنے کے لئے اور عذاب اخروی کی طرف چلتی ہوئی مخلوق کا ہاتھ پکڑ کر رحمت خداوندی کی طرف لگانے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر رکھا تھا' ان کا اٹھنا' بیٹھنا' سونا' جاگنا' سفر اور حضر کوئی چیز دنیا کے لئے نہیں تھی' ہر چیز اللہ تعالیٰ کے لئے تھی' جب وہ متحدہ ہندوستان کو بدیسی طاقت سے آزاد کرانے کے لئے لڑ رہے تھے' تو دنیا کے کسی منصب کے لئے نہیں لڑ رہے تھے' ہم نے یہ دیکھا کہ ان کی زندگی ایسی تھی جیسے سونے والا داہنی کروٹ سو رہا ہے اور ایک لمحے میں کروٹ بدل کر بائیں کروٹ پر آ جاتا ہے' ان کی زندگی کو آپ بالکل اسی طرح دیکھیں گے کہ ملک کی آزادی سے ایک گھنٹہ پہلے وہ رات اور دن ملک کی آزادی کے لئے کام کر رہے تھے' جس دن ملک آزاد ہو گیا' مقصد پورا ہو گیا' اگلے دن جو صبح آئی تو ان کو آپ دوسری کروٹ کے اوپر دیکھیں گے' اب ملکی منصب حاصل کرنے والے جو کتوں کی طرح دوڑ رہے ہیں' چھین جھپٹ کر رہے ہیں' آپ کو ان کی زندگی میں کہیں ایسی کوئی چیز نہیں ملے گی' ایک رات پہلے جو تن من دھن کی بازی لگا کر ملک کو آزاد کرانے میں مصروف تھے' تو جب اگلی صبح ملک آزاد ہو گیا تو وہ کروٹ بدل کر اس میں لگ گئے کہ ملک کے اندر مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کس طرح ہو؟ رات دن سارے ملک کے اندر گھوم پھر کر یہ ایک رائے قائم کی کہ آئندہ اس ملک میں افراد کی گنتی اور قلت و کثرت کی بنا پر حکومت ہوگی اور مسلمان اقلیت کے اندر رہے تو مسلمانوں کے دین کی حفاظت کیسے ہوگی؟ اس لئے مستقبل میں اسلام کی حفاظت کا کیا طریقہ کار ہونا چاہئے؟ لہٰذا جب تک زندہ رہے' رات' دن اسی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر وقف کر دیا' انہوں نے چار' دس' بیس' پچاس' سو نہیں' ہزاروں مکتب اور مدارس قائم کر ڈالے' یہ سوچا کہ اب زندگی اگر اس طرح سے نہیں ہوگی تو مسلمان کے ایمان کی حفاظت دنیا میں نہیں ہو سکے گی۔

آپ اگر دیکھیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ ملک کی آزادی سے پہلے اگر پچاس مدارس تھے' تو آج پانچ سو اور ہزار مدارس ہیں' اگر ملک کی آزادی کے وقت ایک مسجد تھی' تو مثال کے طور پر آج دس ہزار مساجد ہیں' اگر آپ دیکھیں گے اور مزید گہرائی میں جائیں گے' تو بنیادی طور پر اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ' اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے' ان کی زندگی کا یہ نصب العین تھا' گویا کہ مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کی پہلی بنیاد انہی کی رکھی ہوئی آپ کو ملے گی' اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ہم لوگ جو ان کے دامن کرم سے وابستہ ہیں' ہماری زندگی اسی طرح سے اپنے آپ کو وقف کرنے والی ہونی چاہئے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں' لیکن آپ کی زندگی' رات دن کسی ایک جگہ محدود نہیں ہے' انسان کی مذہبی زندگی کے اوپر' اقتصادی زندگی کے اوپر' اس کے نشیب و فراز یا ہر چیز کے اوپر نبی کی نظر تھی' یہ ہمارے اکابر بھی ایسے ہی تھے' جن کی زندگی بھی اتباع سنت کے لئے وقف تھی' آپ اگر ان کی زندگی کو دیکھیں گے' تو ان کی زندگی بھی کسی ایک شعبہ میں محدود نظر نہیں آئے گی' صرف یہ نہیں کہ وہ مدارس یا مسجد کی چہار دیواری کے اندر محدود ہو کر بیٹھیں ہوں' اگر ضرورت پڑتی تو وہ باطل کی قوت کو مضمحل کرنے اور اس سے ٹکر لینے کے لئے اس کی طرف دوڑتے۔

مجھے حضرت شیخ الہندؒ کا جملہ یاد آیا ہے' شیخ الہندؒ ہی ایسی بات کہہ سکتے ہیں' دیکھئے اس وقت وہ تحریکات کے اندر ڈوبے ہوئے تھے اور مالٹا کی جیل سے آئے تھے' اور اس وقت یہ خطبہ دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ:

''جو لوگ موجودہ زمانے کی کشمکش سے الگ رہ کر یعنی انگریز سے ملک کو آزاد کرانے کی جو کشمکش ہے' اس سے الگ رہ کر مسجد اور مدارس کی چہار دیواری میں رہنے کو دین کی خدمت سمجھتے ہیں' وہ اسلام کے دامن پر کلنک کا داغ ہیں۔''

کون آدمی کہہ سکتا ہے؟ شیخ الہندؒ کہہ سکتا ہے' ہمارے اکابر کی زندگی یہ تھی' اس لئے وہ علماء جو ان

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں' لیکن آپ کی زندگی' رات دن کسی ایک جگہ محدود نہیں ہے' انسان کی مذہبی زندگی کے اوپر' اقتصادی زندگی کے اوپر' اس کے نشیب و فراز یا ہر چیز کے اوپر نبی کی نظر تھی' یہ ہمارے اکابر بھی ایسے ہی تھے' جن کی زندگی بھی اتباع سنت کے لئے وقف تھی' آپ اگر ان کی زندگی کو دیکھیں گے' تو ان کی زندگی بھی کسی ایک شعبہ میں محدود نظر نہیں آئے گی' صرف یہ نہیں کہ وہ مدارس یا مسجد کی چہار دیواری کے اندر محدود ہو کر بیٹھیں ہوں' اگر ضرورت پڑتی تو وہ باطل کی قوت کو مضمحل کرنے اور اس سے ٹکر لینے کے لئے اس کی طرف دوڑتے

اکابر کی ذات سے وابستہ ہیں' ہم خدام جو ان سے وابستگی کو اپنی آخرت کے لئے نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں' ان کی زندگی اسی طریقے پر ہونی چاہئے کہ وہ مسجد اور مدارس کی چار دیواری تک اپنے آپ کو محدود نہ کریں۔

آپ حضرات نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ اور ان کے ۲۳ سالہ دور نبوت کو پڑھا ہوگا' آپ کی زندگی میں بھی اسی طرح کسی ایک شعبہ سے محدود وابستگی نہیں تھی' اپنے اکابر کی زندگی کو دیکھئے' رات' دن چلنے والا ہر انسان حتیٰ کہ رکشہ اور تانگہ چلانے والا بھی یہ سمجھتا ہے یعنی جس کا تعلق علماء کے ساتھ تھا' وہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ میرے دین کی حفاظت اس وقت تک نہیں ہوسکتی' جب تک میں اس انسان کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں چلوں گا' آپ حضرات مجھ سے زیادہ واقف ہوں گے' اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کی عمر مجھ سے زیادہ ہے۔

دیکھئے ایک وقت آیا ملک کی آزادی سے پہلے حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک پر ایک فتویٰ مرتب کیا گیا' جس کے اوپر آپ کے اس علاقے تک علماء کے دستخط تھے کہ انگریز کی ملازمت حرام ہے' تقریباً ایک سو پچیس علماء کے اس کے اوپر دستخط ہیں' اس وقت تو ملک ایک ہی تھا' پورے ملک کے علماء جہاں جہاں تھے' دیکھئے اب آپ اس پر ذرا غور کیجئے کہ یہ فتویٰ بار بار شائع ہوتا رہا' انگریز گورنمنٹ اس کو ضبط کرتی رہی' لیکن آپ نے اگر پڑھا ہے تو آپ جانتے ہوں گے اور اگر نہیں جانتے تو جانئے کہ اس ملک کے اندر ہزاروں گورنمنٹ کے مسلمان ملازم ایسے تھے جو اس فتویٰ کی بنیاد پر استعفیٰ دے کر ملازمت سے باہر ہوگئے' انسان اپنے کسب معاش کو چھوڑ کر' بے سہارا ہو کر اور یہ جان کر کہ مستقبل میں زندگی کیسے گزرے گی؟ ملازمت چھوڑ کر الگ کھڑا ہوجائے' یہ آسان کام نہیں' لیکن آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ علماء جو کہہ رہے ہیں' یہ میری دنیا اور آخرت کے لئے مفید ہے' اس سے پتا چلتا ہے کہ عوام کا تعلق علماء سے کیسا ہے؟

ہمیں یہ غور کرنا چاہئے کہ ہمارا رابطہ اور تعلق عام انسان سے کتنا ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے اندر بہت زیادہ کمی آگئی ہے اور اس تعلق کو مستحکم کرنا چاہئے' اگر آپ اس تعلق کو مستحکم نہیں کریں گے تو آپ کا وزن ختم ہوجائے گا' آپ کبھی اپنے وزن کو دنیا کے اندر واپس نہیں لاسکیں گے' اس لئے کہ ساری دنیا اپنے خزانوں کے ساتھ' اپنے اسلحہ کے ساتھ اس پر لگی ہوئی ہے کہ آپ کی طاقت کو توڑ دے' اس کو کسی منطقی طریقے پر پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے' آج دیہات اور گاؤں کا ایک ایک آدمی جانتا ہے کہ کیا ہورہا ہے؟ دنیا کے حالات کیا ہیں؟ اگر ہماری ہی طرف سے اس میں کوتاہی ہوئی' تو تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی' ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم ہر آدمی تک پہنچ سکیں' اپنے تعلق کو استوار کریں' چاہے ہماری ضرورت اس سے وابستہ نہ ہو اور ہم یہ باور کرائیں کہ انسان کی زندگی اور دنیا و آخرت' عالم دین کے بتائے ہوئے راستے پر چلے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی' ہماری فلاح و بہبود اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک علماء کا وزن دنیا کے اندر نہیں ہوسکتا' اس کو آپ بار بار سوچیں۔

چونکہ علماء کا مجمع ہے' اس لئے میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اس کو سوچئے' مسجد اور مدارس کی چار دیواری تک اپنے آپ کو محدود کرلینا' یہ ایسی فاش غلطی ہوگی کہ مستقبل کے اندر آپ زمانے کی اس رفتار کے اوپر اپنی گرفت نہیں رکھ سکیں گے' آپ دنیا کے ساتھ چل رہے ہیں اور دنیا کے خزانے' دنیا کی طاقتیں یہ چاہ رہی ہیں کہ کسی طرح اسلام کو اپنی مٹھی کے اندر لے لیا جائے' اور جس طرح عیسائیت بے وزن ہے' اسی طرح خدانخواستہ اسلام کو بے وزن کردیا جائے' اور اسلام کا وزن بغیر مدارس اور علماء کے نہیں ہوسکتا۔

میں کہتا ہوں کہ دیکھئے! (جس زمانہ میں فرانس کی حکومت الجزائر' قبرص' مراکش اور مصر کے اوپر تھی) فرانس کے اندر بے شمار عرب چلے گئے' آج بھی لاکھوں کی تعداد کے اندر ہیں' فرانس میں وہ لوگ مسلمان تھے' عربی زبان بولتے' قرآن کے مفہوم کو بھی کسی نہ کسی حد تک سمجھتے تھے' اس لئے کہ وہ ان کی مادری زبان کی کتاب ہے' لیکن چونکہ انہوں نے دنیا میں اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے علماء پیدا نہیں کئے' مدارس قائم نہیں کئے' علماء سے مربوط نہیں ہوئے' آج ان کی تیسری' چوتھی اور پانچویں نسل ہے جو خنزیر کھاتی ہے' شراب پیتی ہے' اس لئے مدارس امت کی فلاح و بہبود اور مذہب کی حفاظت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں' لیکن یہ کب ہوگا؟ ہاں یہ چیز اس وقت ہوگی جب مدارس کا ماحول اور مدارس سے نکلنے والی طاقت چار دیواری میں محدود نہ ہو' بلکہ جہاں تک آپ کی آواز پہنچ سکتی ہے' وہاں تک آواز پہنچائیں' ہر عالم کی زندگی اتنی وسیع زندگی ہو کہ راستہ چلنے والا آدمی یہ محسوس کرے کہ میرا رشتہ اس عالم سے ضروری ہے' میں نے آپ کو اس کی مثال بتائی۔

اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور جس مصلیٰ پر کسی مسجد کا امام کھڑا ہوا ہے' اسے سمجھنا چاہئے کہ یہ وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلیٰ ہے' جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مصلیٰ تک محدود نہیں تھی' آپ کی زندگی بھی چار دیواری تک محدود نہیں رہنی چاہئے۔

حدیث میں آتا ہے:

''ما کان یمر برجل الا ناداہ بالصلاۃ حرکہ برجلہ''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سونے والے کے پاس سے نہیں گزرتے تھے نماز کے وقت یا تو آواز دیتے تھے: نماز' نماز' اور اگر پھر بھی نہیں اٹھا تو ہاتھ پکڑ کر یا پیر سے اس کو ہلا دیا کہ اٹھو نماز کے لئے چلو' اس سے اشارہ ملتا ہے کہ جو امام ہے' اسے اپنے مقتدیوں کی نماز کی فکر کرنی چاہئے' کون آرہا ہے' کون نہیں آرہا اور کیوں نہیں آرہا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اس کے دروازہ پر دستک بھی دینی چاہئے' چلو نماز کے لئے' نماز صحیح ہے یا نماز صحیح نہیں ہے' اس کی فکر کرنی چاہئے' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے کہ ایک شخص تشہد میں ایک انگلی کے بجائے دو انگلیاں اٹھاتا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اسے ٹوکتے اور فرماتے: ''احد احد'' خدا کی توحید بیان کر' ایک' ایک انگلی سے توحید بیان کر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کیسی ہورہی ہے؟ ہر امام کا فرض ہے کہ دیکھے کیا ہورہا ہے؟ میرے بھائی! بغیر اس کے آپ وزن کو قائم نہیں رکھ سکتے۔

اس وقت تو زمانہ ایسا ہے کہ عوام' علماء سے مربوط نہیں ہیں' طاقتیں اسی طرف چل رہی ہیں کہ مسلمان کو آپ سے' آپ کے علم سے' کتاب سے' مدارس سے' اسلام سے توڑ دیں' آپ کو اپنی مذہبی حالت مستحکم کرنا چاہئے' اور دنیا کے اندر جو اکائیاں ہیں یعنی مسلمان' اس مسلمان کو اپنے آپ سے اور اپنے آپ کو ہر مسلمان سے جوڑا جائے' اگر نہیں جوڑیں گے تو آپ بھی زندہ نہیں رہ سکیں گے۔

یہ علماء کی زندگی نہیں ہے کہ آدمی گھر کے اندر محدود ہو کر بیٹھ جائے' عالم کی زندگی تو درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ ہے کہ مخلوق خدا کے ہر ہر فرد تک پہنچنا' ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی اور نبی بھی اپنی ایک چار دیواری تک محدود ہوجاتے تو: ''فریقاً کذبوا و فریقاً یقتلون'' اس کی ضرورت ہی نہ ہوتی' یعنی امت' انبیاء کو نہ قتل کرتی اور نہ ان کی تکذیب کرتی' اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک مکی زندگی کے اندر جو مصیبتوں کے پہاڑ اپنے سر پر لئے' ان میں سے بھی کسی چیز کی ضرورت نہ تھی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین کی بنیادوں کو ان حالات کے اندر مضبوط کیا ہے' میرے بھائی! وہ عالم جو وارث ہے علوم نبوت کا' جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنی لاکھوں اور اربوں مخلوق کے اندر منتخب کر کے مدارس تک پہنچایا' علوم نبوت کا حامل بنایا' اس کا یہ فرض ہے کہ جہاں تک اس کی آواز پہنچ سکتی ہے' وہاں تک پہنچائے

منیب غازی فرماتے ہیں کہ میں بازار میں اپنے باپ کے ساتھ تھا' میں نے دیکھا کہ ساری دنیا خرید و فروخت کررہی ہے' ایک شخص جو نہ خریدتا ہے نہ بیچتا ہے' بس وہ ایک بات کہہ رہا ہے: ''یا ایہا الناس وحدوا اللہ تفلحون'' (اے لوگو! ایک اللہ کی توحید بیان کرو' کامیاب ہوجاؤ گے) اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص اس کے پیچھے آرہا ہے اور وہ اس شخص کو ڈھیلے اور پتھر مار رہا ہے' کوئی آدمی اس کی طرف العیاذ باللہ! تھوک دیتا ہے' کوئی آدمی زمین سے مٹی اٹھاتا ہے' اس کے منہ کے اوپر ڈال دیتا ہے' بجائے اس کے کہ کوئی اس کی بات کو سنے' دنیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ معاملہ کررہی ہے۔ منیب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ جس کو اس بازار میں نہ خریدنا ہے نہ بیچنا ہے' بس اپنی ایک بات کہہ رہا ہے؟ میرے باپ نے کہا: یہ قریشی ہے' اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے' یہ کہتا ہے کہ اللہ نے اس کو نبی بنا کر بھیجا ہے' یہ خدا کی توحید کا پیغام پھیلا رہا ہے' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جو ڈھیلے اور پتھر مار رہا ہے؟ اور پیچھے سے یہ کہتا جارہا ہے کہ: ''یا ایہا الناس لا تسمعوا کلامہ انہ کذاب'' (اے لوگو! اس کی بات نہ سنو یہ جھوٹا ہے) معاذ اللہ! میں نے کہا: یہ کون ہے؟ میرے باپ نے کہا: وہ اس کا چچا جارہا ہے' ابولہب ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین کی بنیادوں کو ان حالات کے اندر مضبوط کیا ہے' میرے بھائی! وہ عالم جو وارث ہے علوم نبوت کا' جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنی لاکھوں اور اربوں مخلوق کے اندر منتخب کر کے مدارس تک پہنچایا' علوم نبوت کا حامل بنایا' اس کا یہ فرض ہے کہ جہاں تک اس کی آواز پہنچ سکتی ہے' وہاں تک پہنچائے' میرے بھائی! یہ فرض ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے کوئی نئی بات آپ سے نہیں کہی' میں تو اس سبق کو دہرانا چاہتا ہوں' جس سبق سے آپ بھی واقف ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ مدارس کو اپنے دائرہ کار سے بلکہ علماء کو ان چار دیواریوں سے باہر نکل کر صرف دین کے لئے اپنے آپ کو عامۃ الناس سے مربوط کرنا چاہئے' اور اس سلسلے میں جو مصیبتیں آتی ہیں' ان کو اپنے سینے سے لگانا چاہئے' انبیاء کرام نے کم مصیبتیں نہیں جھیلیں اور پھر اس کے بعد جو ان کے صحیح جانشین اور

ورثاء ہوئے ہیں' پھر کیا وجہ ہے کہ جن کو وارثِ علوم نبوت کہا جاتا ہے' ان کی زندگی آج مدارس تک محدود ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اکابرؒ کے دیے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' دین محمدؐ کے حقوق کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور شرور وفتن سے محفوظ فرمائے۔

(آخر میں حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ العالی نے مشکوٰۃ کے طلباء کو اجازت حدیث دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:)

''میرے بھائی حدیث کی اجازت کے لئے حدیث پڑھنے کی ضرورت ہے' میں اجازت دیتا نہیں' اس لئے کہ اب دنیا کے اندر بڑے حوادث ہیں' بڑے فتنے ہیں' بڑے شرور ہیں' آدمی اپنے دل میں طرح طرح کے عقائد لئے ہوئے پھرتا ہے۔

میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو دیکھا کہ حضرتؒ کے پاس پاکستان کے ایک مولوی صاحب کا خط پہنچا کہ مجھے غائبانہ بیعت کرلیا جائے' حضرتؒ کے پاس میں بھی بیٹھا ہوا تھا' اگرچہ میں اس وقت بچہ تھا اور میں نے پہلی مرتبہ ان کلمات کو سنا تھا' اس لئے وہ میرے ذہن میں آج تک ضبط ہیں' حضرتؒ نے قاری صاحبؒ سے فرمایا کہ: ان کو لکھ دیجئے کہ: ''اگر آپ عقیدۂ حیات بعد الممات کے قائل ہیں تو میں آپ کو بیعت کرتا ہوں۔''

آج تک میرے ذہن میں یہ کلمات محفوظ ہیں' میں اس سے پہلے لاہور میں بھی ان کلمات کو کہہ چکا ہوں' کیونکہ آج کل یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ طالب علم کس مصلحت سے اجازت لیتے ہیں؟ لہٰذا جو طلبا اکابر دیوبند کے مسلک کے ہوں' اپنے بزرگوں کی جوتیاں اٹھاتے رہے ہیں اور ان کو سر کے اوپر رکھتے ہیں' جو علماء دیوبند کا مسلک ہے' حضرت گنگوہی' حضرت نانوتوی رحمہم اللہ کا' ہم ان کے غلام ہیں' ان کے کفش برداری کرنے والے لوگ ہیں' ہم تو اسی مسلک پر زندہ رہنے کو اور اسی پر موت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں' وہ مسلک کوئی ان کا اپنا خانہ زاد مسلک نہیں ہے' وہ وہی مسلک ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو دیا اور صحابہ کرامؓ نے تابعینؒ کو دیا اور وہاں سے منتقل ہوتا ہوا قرآن وحدیث کے ذریعے ہمارے اکابر تک پہنچا' اس لئے مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں کسی کو اجازت دوں؟ اور یہ فتنوں کا زمانہ ہے' خدا جانے کون کس نیت سے اجازت حدیث لیتا ہے؟ کیونکہ اجازت حدیث بھی ایک اہمیت رکھنے والی چیز ہے' اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ بھائی وہ طلبا اور وہ لوگ جو علماء دیوبند کے مسلک کے تابع ہیں' طابق النعل بالنعل ہیں' ان کو اجازتِ حدیث دیتا ہوں' جیسے مجھ کو میرے اکابر اور اساتذہ کرام نے اجازت دی ہے' اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور دین قدیم پر اللہ تعالیٰ تثبیت عطا فرمائے۔

''یثبت اللّٰہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا' قول ثابت لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ''

اللہ تعالیٰ اس پر تثبیت عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

اللہ تو تمہاری مدد سے بے نیاز ہے

یاد رکھئے کہ خدا تعالیٰ اپنے کلمہ توحید کی حفاظت کے لئے ہم مسلمانوں کی اعانت کا محتاج نہیں ہے' بلکہ ہم اس کے فضل کے محتاج ہیں' اس تیرہ سو برس کے اندر اسلام میں کتنی قومیں آئیں اور اپنی اپنی باری سے اسلام کی حفاظت کا فرض ادا کر گئیں۔

اگر اس آخری آزمائش میں بھی ہم پورے نہ اترے' تو کیا عجب ہے کہ قدرت الٰہی اپنے دین مبین کی حفاظت کے لئے دوسروں کو چن لے اور ہم کو اسی طرح اپنے دروازے سے مطرود ومردود کر دے' جس طرح ہم سے پہلے بہت سی قومیں ہو چکی ہیں:

''اے لوگو! تم اللہ کے فقیر وسائل ہو' اللہ تو تمہاری مدد سے بے نیاز ہے' اگر وہ چاہے تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے اور ایک دوسری مخلوق کو پیدا کر دے' اور اس کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔''

(حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ)

عقل و مذہب کا باہمی ربط و تعلق

جب عقل و مذہب کے احکام انسان کے فطری ابھار پر پابندیاں عائد کرتے ہیں' تو یہیں سے انسانیت کی حد حیوانیت سے الگ ہوجاتی ہے' ورنہ نباتات اور حیوانات کی طرح خودرو انسانی پودے دیگر مخلوقات سے الگ کوئی برتری اور شرافت نہ رکھتے' تمدن و تہذیب کی بنیاد اور اخلاق و کردار کا نام و نشان نہ ملتا۔

جذبہ ترقی جو انسانیت کی روح رواں ہے اور جو حیوانات سے الگ صرف انسان ہی میں پایا جاتا ہے' یکسر معدوم ہوجاتا' فطرت انسانی ہوتے ہوئے شجر علوم وفنون کی جڑ ہی کٹ جاتی' نہ کوئی رہبر ہوتا' نہ کوئی ہادی' اور نہ کوئی استاد ہوتا' نہ معلم۔ پس خود فطرت ہی انسان کی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرلیتی' اور انسانیت کا شجر طوبیٰ اپنی نشوونما' بالیدگی و پھیلاؤ' جذبات غم ورنج' مسرت وخوشی' اور اعتقادات واعمال میں قطعاً آزاد ہوتا' فطرت آزاد پر پابندیاں یا قیود ہی غیر مہذب سے مہذب کو الگ اور جاہل کو عالم سے جدا کرتی ہیں' اخلاقیات میں اچھے اور برے اخلاق کا حقیقی معیار قائم کرتی ہیں' کیا تمدن و تہذیب اور اخلاق و معاشرت کی تمام بندشیں یا قیودات غیر فطری اور غیر ضروری ہیں؟ کیا یہ قیودات انسان کی صحیح آزادی کو فنا کرنے والی ہیں؟ کوئی سلیم العقل انسان ان قیودات کو فطرت کے لئے مضر اور غیر ضروری قرار نہیں دے سکتا' بلکہ ان قیودات اور پابندیوں کو عین تہذیب و شائستگی خیال کیا جاتا ہے۔

اگر آج بنظر غائر اس بحث پر غور فرمائیں تو معلوم ہوجائے گا کہ انسانیت کی برتری اور شرافت کا یہ بلند مینار' جس کی روشنی سے کائنات کا ذرہ ذرہ جگمگا رہا ہے' ان ہی قیودات اور بندشوں کی بنیادوں پر استوار ہے' پھر آپ مذہب اور احکام مذہب کی قیودات کو' جو درحقیقت سادہ انسانی فطرت کی صحیح رہنمائی کرتی ہیں' انسانی آزادی کے خلاف کیوں تصور کرتے ہیں؟ اور مذہب کو آزاد خیال اور ضمیر کے لئے بوجھل زنجیر کس وجہ سے تصور کئے ہوئے ہیں؟

حضرت مولانا محمد زکریا بنوریؒ

واقعہ یہ ہے کہ یہ پابندیاں فطرت کے خلاف یا اس کی ضد نہیں ہیں' بلکہ فطرت کے مقاصد کی تشریح اور ان کی تعیین کرتی ہیں' یہ پابندیاں عملی زندگی کو مفید سے مفید تر بناتی ہیں' یوں سمجھئے کہ فطرت کے ابھار اور لطیف اشارے عقل اور مذہب کی رہنمائی میں مفید اور بہتر ثابت ہوتے ہیں' اگر ان کی رہنمائی نہ ہو تو انسانیت کا جو مقصد ہے' اس کی تکمیل ناممکن ہوجائے اور مقصدِ فطرت معدوم ہوجائے' اس مقام پر پہنچ کر ہم اس حقیقت سے آشنا ہوجاتے ہیں کہ فطری جذبہ کے ہوتے ہوئے عقل و مذہب کی کیا ضرورت ہے؟ کیا صرف فطری ابھار بدون عقل و مذہب رہنمائی کے لئے کافی نہ تھا؟ جس طرح دیگر مخلوقات نباتات و حیوانات میں ہے؟ ظاہر ہے کہ انسانیت نام ہی ان قیودات کا ہے اور جس چیز نے انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز اور بلند کیا ہے' وہ یہی دو چیزیں ہیں' جن کو ہم عقل و مذہب کہتے ہیں۔

بھوک پیاس' خواہش جنسی وغیرہ کے سارے ابھار اور جذبات' حیوانات کی طرح انسان میں بھی پائے جاتے ہیں' لیکن انسان عقل اور مذہب کی رہنمائی میں ان سارے فطری جذبات کو بہتر سے بہتر اور مفید سے مفید تر طریقوں سے پورا کرتا ہے' اور یہی طریقے تہذیب و تمدن کی بنیادیں استوار کرتے ہیں' ٹھیک اسی طرح میلان عبادت خدا کے آگے جھکنے اس کو ماننے کا سادہ جذبہ' عقل اور وحی کی رہنمائی میں انسان کو صحیح راستہ پر گامزن کردیتا ہے اور اس کو مافوق الفطرت ہستی کی ذات اور اس کی عبادت کے متعلق صحیح ایمان وایقان عطا کرتا ہے۔

غرض مافوق الفطرت ہستی (خدا) کا اعتقاد انسانی فطرت یا روح کا لطیف اشارہ ہے' الہامی اور مذہبی پابندیاں' جن کو پیغمبران وقت اپنے اپنے زمانہ میں ظاہر فرماتے ہیں' فطرت کے اس لطیف اشارہ کو صحیح راستہ پر ڈالتی ہیں اور اس طرح انسان ہدایت و رہنمائی حاصل کرتا ہے۔

اب آپ پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ عقل و مذہب کی پابندیاں فطرت کے منافی' خلاف اور متضاد نہیں ہیں' بلکہ خود فطرت اور مقاصد فطرت کی مفسر اور معین ومددگار ہیں۔

عقل اور وحی:

مذہب کے فطری ہونے کے بعد قدرتاً یہ

سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ عقلِ انسانی کے ہوتے ہوئے الہام اور وحی کی کیا ضرورت ہے؟ کیا انسانی فطرت کے لطیف ابھار اور سارے اقتضاء کی رہنمائی عقل نہیں کرسکتی؟ کیا عقل کی روشنی میں مذہب کے فطری تقاضے کی رہنمائی نہیں ہوسکتی؟ اور اگر مذہبی جذبہ کی تشریح اور رہنمائی عقل نہیں کرسکتی تو پھر عقل بیکار ہوجاتی ہے' یا کم ازکم مذہب کے احکام میں عقل سے کام نہیں لیا جاسکتا' غرض مذہب اور عقل میں کیا تعلق اور رابطہ ہے؟

اس طرح کے سوالات اس مذہب کے بارہ میں اور بھی اہم ہوجاتے ہیں' جس کا دعویٰ ہو کہ وہ معقول ہے' فطری ہے' اس کے احکام عقل کے خلاف نہیں اور خداوند تعالیٰ نے جو فطری قوتیں انسان میں ودیعت فرمائی ہیں' مذہب کی ان سے جنگ نہیں ہے' بلکہ وہ قوائے فطری کی مانگ کو پورا کرنے والا اور اس کے عین مطابق ہے۔

جس مذہب کا یہ دعویٰ ہو کہ وہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے' زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو وحی اور الہام کے دائرے سے باہر ہو' ایسے مذہب کے بارے میں یہ سوال زیادہ سے زیادہ غور طلب ہوجاتا ہے کہ اس نے عقل کے دخل کو کہاں تک قبول کیا ہے؟ اس سوال کو حل کرنے کے لئے ہمیں حسب ذیل امور پر غور کرنا چاہئے:

۱:...... کیا عقول انسانی متفاوت ہیں؟

۲:...... کیا عقل انسانی حواس کے تابع ہے؟

۳:...... کیا خواہشات نفسانی کے طوفان میں عقل کی سلامتی کے لئے کسی دوسری چیز کی مدد کی ضرورت ہے؟

امر اوّل:

”عقل انسانی متفاوت ہے“ یہ اہلِ نظر کا مسلمہ اصول ہے' صرف عوام ہی کی عقول میں کم اور زیادہ کا فرق نہیں' بلکہ خواص علمائے فن بھی اس فرق مراتب اور مدارج کے تفاوت سے باہر نہیں ہیں' یہی وجہ ہے کہ علما اور عقلاء کی آراء میں ہمیشہ اختلاف پایا جاتا ہے۔

آپ ذرا غور فرمائیں کہ فطرت کے اس سادہ مذہبی ابھار کی تشریح اگر عقلائے زمانہ کے سپرد کردی جائے تو فطرتِ انسانی کے مقصدِ مذہبی کو متعین کرنے میں کس قدر اختلافات ہوں گے' اور ان اختلافات میں مقصدِ فطرت گم ہوکر رہ جائے گا' ہر آن اور ہر لحظہ عقل کے تفاوت سے مذہب بدلتا رہے گا' کیا اس صورت میں بنی نوع انسانی کی عام سادہ فطرت کے مطابق مذہب متحدہ کی تفسیر ہوسکے گی؟ ظاہر ہے کہ اس کا یقین تو کجا' وہم بھی نہیں کیا جاسکتا' اس لئے عقل محض فطرت کے مقصدِ مذہبی کو متعین کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتی' کیونکہ عقلِ انسانی کا تو یہ حال ہے کہ آج جو چیز درست مانی جاتی ہے' کل کی تحقیقات اس کو رد کردیتی ہیں' کیا فطرتِ انسانی کے اس سادہ ابھار کو' جو جذبہ مذہبی کے نام سے موسوم ہے اور جو انسانیت کے مقصد کو متعین کرتا ہے' ان متفاوت عقول کے سپرد کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں!!

امر دوم:

اس کے علاوہ غور طلب امر یہ ہے کہ عقول میں اختلاف کی کیا وجوہات ہیں؟ اس اختلاف عقل کی بنیادی وجہ ایک تو یہ ہے کہ عقل حواس کے تابع ہے' جوں جوں انسانی حواس کی دسترس وسیع ہوتی جاتی ہے' ویسے ویسے اس کے علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے' کیونکہ انسان انہیں چیزوں میں عقل صرف کرسکتا ہے جن کا علم حواس کے ذریعہ ہوا ہو' جس چیز کو آدمی نے نہ دیکھا ہو نہ سنا ہو' نہ سونگھا ہو اور نہ چھوکر معلوم کیا ہو' اس کے بارہ میں انسان عقل صرف ہی نہیں کرسکتا' کچھ بھی نہیں سوچ سکتا' اس لئے کہ عقل حواس کے پیچھے چلتی ہے' حواس کے تابع ہے' حواس خود انسانوں کی مختلف قوتوں کے ہوتے ہیں' اور حواس کے استعمال کے مواقع تمام انسانوں کو یکساں حاصل نہیں' اور نہ حواس کو تیز کرنے کے جدید آلات کی کوئی تحدید ہوسکتی ہے' اس لئے اختلاف ہی اختلاف رہ گیا' اور یہ ممکن نہیں کہ ہم مذہبی جذبہ کو ایسی عقل کے سپرد کردیں جو حواس کے تابع ہے' ہاں عقلِ انسانی ان چیزوں تک پہنچ سکتی ہے جن کو براہِ راست اگرچہ اس نے نہیں دیکھا' لیکن ان کے آثار و صفات دیکھے ہیں' جیسے دھوئیں سے آگ اور نشانِ قدم سے گزرنے والے کا علم۔

امر سوم:

مذکورہ بالا دو وجوہات کے علاوہ انسان کے ساتھ جو خواہشات کا لشکر ہے' ان میں پھنس کر عموماً عقل سلامت روی سے نکل جاتی ہے' بلکہ عقل خواہشات کے مطابق دلائل گھڑنے کی عادی ہوکر نامعقول کو معقول اور الٹی کو سیدھی بناکر ثابت کرتی ہے' کیا ان حالات کے تحت یہ صحیح ہے کہ عقل کے ہوتے ہوئے کسی دوسری چیز' الہام اور وحی کی کیا ضرورت ہے؟

عالمِ غیب:

پھر مذہب کے وہ احکام جو مشاہدات اور حواس سے باہر ہیں' جو عالمِ غیب سے متعلق ہیں' ان کو عقل کے سپرد کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ عقل جس کو سوچ نہیں سکتی' اس کو ثابت کیسے کرے؟ جہاں رہبر خود گم ہو؟ وہاں وہ دوسروں کو ہدایت کیسے کرسکتا ہے؟

غرض مذہبی فطری جذبہ کی تشریح کے لئے محض عقل ہرگز کافی نہیں ہے' علوم عقلیہ خواہ ارتقاء کے کسی مدارج پر پہنچ جائیں' خواہ زندگی کے ہر گوشہ پر حاوی ہوجائیں' لیکن فطرتِ انسانی کے اس مقدس مقصد کی تفسیر ان کے حوالہ نہیں کی جاسکتی' عقلِ انسانی زیادہ سے زیادہ جو کام انجام دے سکتی ہے' وہ یہ ہے کہ کسی

چیز کا علم حاصل کرے' لیکن اس کا صحیح استعمال جو انسانیت سے مطابقت پیدا کرے' محض عقل کے بس کی بات نہیں ہے' اس کی گمراہی کے لئے انسان کے پاس کافی سرمایہ ہے اور اس سرمایہ کا استعمال وہ اپنے ایسے پنہاں مگر گمراہ طریقوں سے کرتا ہے' جو صورت میں ہدایت ہی ہدایت معلوم ہوتے ہیں۔

عقل کی سلامتی کے لئے وحی والہام ناگزیر ہے:

اس امر کے مان لینے کے بعد کہ تنہا عقل انسان کے فطری جذبہ کی صحیح تشریح کے لئے ناکافی ہے' بسا اوقات راہ عمل یہ ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ عقل کی مذہب میں کوئی ضرورت نہیں' بلکہ مذہب کا نام لیتے ہی عقل کو دور کر دینے اور عقل سے دستبردار ہو جانے کو صحیح راہ عمل تصور کیا جاتا ہے' حالانکہ یہ امر کہ عقل کی مذہب میں ضرورت نہیں اس قدر گمراہ کن اور غلط ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ جس قدر یہ بات کہ عقل' انسانی ہدایت کے لئے کافی ہے اور الہام و وحی کی ضرورت نہیں۔

فطری مذہب وہی ہو سکتا ہے جو تقاضائے فطری کی مانگ پورا کرتا ہو اور جس کی فطرت انسانی سے جنگ نہ ہو' جس کی بنیاد معقول ہو' خصوصاً وہ مذہب جو عالمگیر ہو' جس کا دعویٰ ہو کہ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں میری ضرورت ہے' جو جاہل و عالم' عقیل و حکیم اور ہر انسان کے لئے آیا ہو' ایسے مذہب کے متعلق یہ تصور کہ عقل کا اس کی حدود میں گزر نہیں ہے' کس قدر ظلم ہے؟ اور جبکہ عقل انسانی فطرت میں پائی جاتی ہو تو اس سے گریز کیونکر ممکن ہے؟ اس لئے ہم کو فطرت' مذہب اور انسانیت کی ہدایت کے لئے صرف عقل یا صرف الہام و وحی کی نہیں' بلکہ دونوں کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کرنا ہوگا' عقل کو چھوڑ کر اگر صرف الہام و وحی پر مذہب کو موقوف رکھا جائے تو یہ جبر ہوگا' انسانی ارادہ اور اختیار کو اس مذہب میں دور کا بھی دخل نہیں ہو سکتا' حالانکہ انسان مکلف ہے اور اس کو عقل اس کام کے لئے دی گئی کہ وہ اس کو مشعل راہ بنائے' قدرت کی عطا کردہ ہدایت میں تدبر و تفکر اور غور و خوض کرے۔

لہٰذا یہ امر واضح ہے کہ عقل انسانی کی ضرورت ہے' لیکن تنہا عقل بغیر الہامی اور مذہبی رہنمائی کے انسان کو منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتی' اس لئے نہ ہم عقل کی رہنمائی سے دست کش ہو سکتے ہیں' کیونکہ عقل انسان کے لئے چراغ راہ ہے' اور نہ ہم صرف عقل پر بھروسہ کر سکتے ہیں' کیونکہ اس میں ہلاکت و گمراہی کا یقین ہے' لیکن غیبی امور اس (عقل) کی حدود ہی سے باہر ہیں' اس لئے عقل اور الہام و وحی دونوں کی ضرورت ہے' انسانی جذبہ مذہب کی تشریح عقل کرتی ہے اور عقل کو الہام و وحی گمراہی سے بچاتے ہیں' ان دونوں کا امتزاج ہی انسان کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے' اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایت نقل کی جائے' جس کو ابو الشکور سالمیؒ نے اپنی کتاب تمہید میں نقل کیا ہے' وہ یہ ہے:

دوسری روایت میں ہے کہ عقل سے خداوند کریم نے سوال کیا: بتا میں کون ہوں؟ عقل خاموش رہی' کچھ نہ کہہ سکی' پھر اسے اللہ تعالیٰ نے نور معرفت سے آمیز کیا تو عقل پکار اٹھی: "آپ وہی تو ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں' آپ ایک ہیں اور قہار ہیں۔" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قسم ہے اپنی ربوبیت کی! میں نے تجھ سے بہتر کوئی چیز پیدا نہیں کی۔"

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

خرد سے آدمی روشن بصر ہے
خرد کیا ہے چراغ راہ گزر ہے
درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغ راہ گزر کو کیا خبر ہے

واقعہ یہ ہے کہ فطری ابھار پر عقل و مذہب دونوں کی پابندیاں ضروری ہیں' لیکن جہاں عقل کی خامی ہے' وہیں سب سے زیادہ الہام و وحی کی ضرورت ہے' اس طریقہ سے فطرت کے مقصد کی صحیح تفسیر ہو سکتی ہے' عقل و معرفت کے امتزاج سے وہ مقام حق ظاہر ہے' جہاں علم کلام اور علم تصوف دونوں کے کیمیائی طریقے ایک دوسرے میں حل ہو جاتے ہیں اور تشنہ حقیقت کے لئے آب کوثر مہیا کر کے ایمان کے بعد اطمینان کی منزل طے کراتا ہے۔

☆☆......☆☆

اعمال کا نفع نقد و ادھار

اعمال صالحہ میں نفع نقد بھی ہے' صرف ادھار ہی نہیں' ہاں! ایک ادھار بھی ہے یعنی ثواب' اور اس کے ساتھ ایک چیز نقد بھی ہے اور وہ رجاء اور امید ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا وابستہ ہو جانا ہے' جو بدوں اعمال صالحہ کے حاصل نہیں ہوتی' اسی طرح اعمال سیئہ کا بھی ایک ثمرہ ادھار ہے اور ایک نقد' ادھار تو عذاب جہنم ہے' اور نقد وہ وحشت وظلمت اور بے چینی ہے' جو گناہوں کو لازم ہے۔

(حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ)

موت کو یاد رکھئے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو کثرت سے موت کو پیش نظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو‘ اس لئے کہ جو بھی اسے تنگی کے زمانہ میں یاد کرے گا تو اس پر وسعت ہوگی (یعنی اس کو طبعی سکون حاصل ہوگا کہ موت کی سختی کے مقابلہ میں ہر سختی آسان ہے) اور اگر عافیت اور خوشحالی میں موت کو یاد کرے گا تو یہ اس پر تنگی کا باعث ہوگا (یعنی موت کی یاد کی وجہ سے وہ خوشی کے زمانہ میں آخرت سے غافل ہوکر گناہوں کے ارتکاب سے بچا رہے گا)۔"
(البزار شرح الصدور للسیوطی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی یاد ہر حال میں نفع بخش ہے‘ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرنے سے ہر مصیبت آسان ہوجاتی ہے‘ اسی لئے قرآن کریم میں صبر کرنے والوں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: "انا للہ وانا الیہ راجعون" یعنی ہم اللہ ہی کے لئے ہیں‘ اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں‘ اسی طرح جب خوشحالی اور عافیت کے وقت موت کو یاد کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے آدمی بہت سے ان گناہوں سے محفوظ ہوجاتا ہے‘ جن کا داعیہ عموماً خوشحالی کے زمانہ میں قوت کے ساتھ ابھرتا ہے‘ اسی لئے حدیث بالا میں موت کو لذت توڑنے والی چیز قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایمان والوں میں کون سا شخص سب سے زیادہ عقلمند ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "ان میں جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہو اور موت کے بعد کے لئے جو سب سے عمدہ تیاری کرنے والا ہو‘ ایسے ہی

مفتی محمد سلمان منصورپوری

لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔" (ابن ماجہ‘ شرح الصدور)

حضرت شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عقل مند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور مرنے کے بعد کے لئے عمل کرے جب کہ عاجز اور درماندہ آدمی وہ اپنے آپ کو اپنی خواہش کے تابع بنالے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اُمیدیں باندھے۔" (ترمذی)

آج کل عقلمند اسے سمجھا جاتا ہے جو دنیا کمانے اور کاروبار کرنے میں سبقت لے جائے‘ خواہ اس کے پاس آخرت کے لئے کوئی بھی عمل نہ ہو اور جو شخص اپنی زندگی آخرت کی تیاری میں لگائے‘ مال کے حصول میں حلال وحرام کی تمیز رکھے اور ہر مرحلہ پر شریعت کو ملحوظ رکھے تو لوگ اسے بے چارہ اور عاجز قرار دیتے ہیں‘ ایسے شخص کو طرح طرح کے طعنے سننے پڑتے ہیں‘ لیکن مذکورہ احادیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقلمندی کا جو معیار بتلایا ہے‘ وہ لوگوں کے نظریہ سے بالکل الگ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں قابل تعریف شخص وہی ہے جو موت کو یاد کرنے والا اور اس کے لئے تیاری کرنے والا ہو‘ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کی تعریف بیان کی گئی تو آپؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ موت کو یاد کرنے میں اس کا حال کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے اس سے موت کا زیادہ ذکر نہیں سنا‘ پھر آپؐ نے پوچھا کہ وہ اپنی خواہشات کو چھوڑتا ہے یا نہیں؟ اس پر لوگوں نے عرض کیا کہ وہ دنیا سے حسب خواہشات فائدہ اٹھاتا ہے‘ یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی اس تعریف کا مستحق نہیں ہے جو تم اس کے متعلق کر رہے ہو۔"
(کتاب الزہد ابن المبارک)

بہرحال دانشمند‘ دور اندیش اور عقلمند وہی شخص ہے جو ہمیشہ دائمی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے کوشاں رہے‘ اور اس چند روزہ زندگی میں پڑ کر ہمیشہ کے

عذاب کومول نہ لے۔

حضرت وضین بن عطاءؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں میں موت سے غفلت کا احساس فرماتے تو آپ حجرۂ مبارکہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر تین مرتبہ پکار کر درج ذیل کلمات ارشاد فرماتے:

"اے لوگو! اے اہل اسلام! تمہارے پاس ضرور بالضرور مقررہ وقت میں موت آنے والی ہے' موت اپنے ساتھ ان چیزوں کو لائے گی جن کو وہ لاتی ہے' وہ رحمٰن کے مقرب بندوں کے لئے جو جنتی ہیں اور جنہوں نے اس کے لئے کوشش اور اس کی رغبت کی ہے' عافیت' راحت اور بہت ہی مبارک نعمتیں لے کر آئے گی' خبردار ہوجاؤ! ہر محنت کرنے والے کی ایک انتہا ہے اور وہ انتہا موت ہے' پہلے آئے یا بعد میں۔" (بیہقی' شرح الصدور)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کے لئے موت کو یاد کرنا کوئی خلاف طبع بات نہیں ہے' کیونکہ اسے یقین ہے کہ اس کے اعمال صالحہ کی بدولت اسے آخرت میں بہترین دائمی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا' موت سے تو وہی پہلو تہی کرے' جسے آخرت میں اپنی تہی دامنی کا یقین ہو' قرآن کریم میں کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ اہل کتاب اپنے کو اللہ کا مقرب اور جنت کا اولین مستحق قرار دیتے تھے' قرآن کریم نے ان کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر تمہارا دعویٰ سچا ہے تو تمہیں جلد سے جلد موت کی تمنا کرنی چاہئے تا کہ تم اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچ کر نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ۔"

لیکن اہل کتاب نے نہ کبھی تمنا کی' نہ کریں گے' اور ہمیشہ موت سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں گے' جو اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں آخرت میں اپنی محرومی کا پورا یقین ہے' سچے مومن کی شان ان کے بالکل برخلاف ہے' اس کے لئے تو موت کا ذکر وصل محبوب کی لذت عطا کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا:

"کیا میں تمہیں یہ نہ بتلاؤں کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے سب سے پہلے کیا بات کرے گا؟ اور تم اس کو کیا جواب دو گے؟ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں! ضرور بتلایئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے فرمائے گا کہ کیا تمہیں مجھ سے ملاقات پسند تھی؟ مومنین عرض کریں گے کہ جی ہاں ہمارے رب! تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیوں؟ تو اہل ایمان عرض کریں گے: ہمیں آپ کی مغفرت اور معافی کی امید تھی' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری مغفرت تمہارے لئے واجب ہوگئی۔" (کتاب الزہد)

موت کے متعلق اصحابِ معرفت کے اقوال واحوال:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موت نصیحت کا انتہائی موثر ذریعہ ہے' لیکن اس سے غفلت بھی بہت زیادہ ہے' موت وعظ کے لئے کافی ہے اور زمانہ لوگوں میں جدائی پیدا کرنے کے لئے تیار ہے' آج جو لوگ گھروں میں ہیں' وہ کل قبروں میں ہوں گے۔

حضرت رجاء بن حیوۃ فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرے گا' اس کے دل سے حسد اور اتراہٹ نکل جائے گی' یعنی نہ تو وہ کسی دنیوی نعمت کی بنا پر ذہنی الجھن میں مبتلا ہوگا اور نہ ہی فرحت و مسرت میں مست ہوکر معاصی کا ارتکاب کرے گا۔

حضرت عون بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں موت کی یاد جم جاتی ہے' وہ اگلے دن تک بھی اپنی زندگی کے رہنے کا یقین نہیں رکھتا' کیونکہ کتنے ایسے دن تک پہنچنے والے ہیں کہ وہ موت کی وجہ سے دن بھی پورا نہیں کر پاتے اور کتنے لوگ کل کی امید رکھنے والے ہیں' مگر کل تک نہیں پہنچ پاتے' اگر تم موت اور اس کی آمد کو دیکھ لو تو آرزو اور اس کے دھوکے کو ناپسند کرو گے' اور آپ ہی سے مروی ہے کہ فرماتے تھے کہ آدمی جس عمل کی وجہ سے موت کو ناپسند کرتا ہے (یعنی گناہ اور معصیت) اسے فوراً چھوڑ دے' پھر کوئی مشکل نہیں' جب چاہے مر جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ موت کی یاد جس کے دل میں جگہ بنالے' تو وہ اپنے قبضہ کے مال کو ہمیشہ زیادہ ہی سمجھے گا (یعنی مزید مال بڑھانے کی فکر نہ کرے گا)۔

حضرت مجمع تیمیؒ فرماتے ہیں کہ موت کی یاد ایک طرح کی مالداری ہے۔

حضرت کعب احبارؒ سے مروی ہے کہ جو شخص موت کو پہچان لے' اس کے لئے دنیا کی تمام مصیبتیں اور رنج وغم ہلکے ہوجائیں گے۔

ایک دانشمند کا قول ہے کہ دلوں میں عمل کی زندگی پیدا کرنے کے لئے موت کی یاد سب سے زیادہ موثر ہے۔

ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپؓ نے نصیحت فرمائی کہ تم موت کو کثرت سے یاد کیا کرو' تمہارا دل نرم ہوجائے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا گیا ہے کہ

آپؐ فرماتے تھے کہ قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے بعد اس کی خبر ملے گی۔ (شرح الصدور)

صالحین میں سے ایک شخص روزانہ شہر کی دیوار پر کھڑے ہوکر رات کو یہ آواز لگاتا تھا: ''چلو! قافلے کے چلنے کا وقت آگیا ہے۔'' جب اس کا انتقال ہوگیا تو شہر کے حاکم کو یہ آواز سنائی نہیں دی' تحقیق پر پتا چلا کہ اس کی وفات ہوگئی' تو امیر نے یہ اشعار پڑھے:

ما زال یلھج بالرحیل وذکرہ
حتی اناخ ببابہ الجمال
فاصابہ متیقظاً متشمراً
ذا اھبۃ لم تلھہ الامال

ترجمہ: ''وہ برابر کوچ کی آواز اور اس کے تذکرے سے دلچسپی لیتا رہا' یہاں تک کہ خود اس کے دروازے پر اونٹ بان (موت کے فرشتے کی طرف اشارہ ہے) نے پڑاؤ ڈالا' چنانچہ اسے بیدار' مستعد اور تیار پایا' کھوئی آرزوئیں اُسے غافل نہ کرسکیں۔'' (التذکرۃ فی احوال الموتی)

علامہ تیمیؒ فرماتے ہیں کہ دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی لذت چھین لی ہے: ایک موت کی یاد' دوسرے میدان محشر میں اللہ رب العالمین کے سامنے حاضری کا استحضار۔ (التذکرۃ فی احوال الموتی)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا معمول تھا کہ وہ علماء کو جمع فرما کر موت' قیامت' اور آخرت کا مذاکرہ کیا کرتے تھے اور پھر ان احوال سے متاثر ہوکر سب ایسے پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے گویا کہ ان کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہے۔ (ایضاً)

موت کو یاد کرنے کے بعض فوائد:

علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد رکھے' اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ تین باتوں کی توفیق مرحمت فرماتا ہے:

۱:...... تعجیل التوبہ: یعنی اگر اس سے کوئی گناہ ہوجائے تو وہ جلد از جلد توبہ کرکے گناہ معاف کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں توبہ کے بغیر موت نہ آجائے۔

۲:...... قناعۃ القلب: یعنی موت کو یاد رکھنے والا حرص وطمع میں مبتلا نہیں ہوتا' بلکہ جو کچھ بھی اسے میسر ہوتا ہے' اسی پر راضی رہتا ہے' اور یہ قناعت اسے طبعی سکون اور دلی راحت عطا کرتی ہے' وہ یہ سوچتا ہے کہ تھوڑی بہت زندگی ہے' جس طرح بھی گزر جائے گزار لیں گے' زیادہ کی فکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

۳:...... نشاط العبادۃ: یعنی موت کا استحضار رکھنے والا شخص جب عبادت کرتا ہے تو پوری دلجمعی اور یکسوئی کی کوشش کرتا ہے' اس دلجمعی کی دو وجوہات ہوتی ہیں: اوّل یہ کہ اسے خطرہ رہتا ہے کہ پتا نہیں آئندہ اس کو عبادت کا موقع ملے یا نہ ملے' لہٰذا ابھی اسے جتنا اچھا بنالیں غنیمت ہے' دوسرے یہ کہ آخرت کی یاد کی وجہ سے اسے عبادت پر ملنے والے عظیم اُخروی بدلے کا کامل یقین ہوتا ہے' جس کی بنا پر اسے عبادت میں وہ کیف وسرور نصیب ہوتا ہے' جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

موت کو بھول جانے کے نقصانات:

اس کے برخلاف جو شخص موت کو یاد نہیں رکھتا اور آخرت سے غافل رہتا ہے' وہ تین طرح کی محرومیوں میں مبتلا کردیا جاتا ہے:

۱:...... تسویف التوبۃ: یعنی اگر اس سے کوئی گناہ ہوجائے تو توبہ کرنے میں ٹال مٹول کرتا رہتا ہے' اور استغفار میں جلدی نہیں کرتا' اور بسا اوقات اسی حالت میں اس کی موت آجاتی ہے۔

۲:...... ترک الرضا بالکفاف: جب موت کی یاد نہیں رہتی' تو آدمی کی ہوس بڑھ جاتی ہے اور وہ ضرورت کے مطابق روزی پر راضی نہیں رہتا' بلکہ ''ھل من مزید'' کی بیماری کا شکار ہوجاتا ہے' موت سے غفلت کی بنا پر منصوبوں پر منصوبے بنائے چلا جاتا ہے' جس کا انجام یہ نکلتا ہے کہ آرزوئیں رہ جاتی ہیں اور موت آکر زندگی کا تسلسل ختم کردیتی ہے۔

۳:...... التکاسل فی العبادۃ: آدمی موت سے غافل رہتا ہے تو عبادت کرنے میں قدرتی طور پر سستی ظاہر ہوتی ہے اور نشاط کافور ہوجاتا ہے' اوّلاً تو عبادت کرتا ہی نہیں' اور کرتا بھی ہے تو وہ طبیعت پر نہایت گراں گزرتی ہے' یہ گرانی صرف اس بنا پر ہے کہ آدمی کو یہ استحضار نہیں رہتا کہ ہم سے مرنے کے بعد ان ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کیا جانا ہے' اور اگر خدانخواستہ وہاں رضائے خداوندی کے مطابق جواب نہ ہوا تو ایسی رسوائی ہوگی' جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری رسوائیاں اور بے عزتیاں ہیچ ہیں۔ (شرح الصدور)

موت کو یاد کرنے کے چند ذرائع:

احادیث طیبہ میں جہاں موت کو یاد رکھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے' وہیں بعض ایسے اعمال کی ترغیب بھی وارد ہے' جو موت کو یاد رکھنے میں موثر اور معاون ہوتے ہیں:

۱:...... قبروں کی زیارت کرنا:

ان میں سب سے اہم عمل یہ ہے کہ گاہے بگاہے عام قبرستان جاکر قبر کی زندگی اور قبر والوں کے حالات کے متعلق غور کیا جائے۔ چنانچہ ایک روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قبروں کی زیارت کیا کرو' اس لئے کہ وہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔''

اور ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں تمہیں پہلے قبروں پر جانے سے منع کرتا تھا' مگر اب سنو! تم لوگ قبروں پر جایا کرو' کیونکہ وہ دلوں کو نرم کرتی ہیں' آنکھ سے آنسو جاری کرتی ہیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں' اور کوئی فحش بات مت کہا کرو۔" (حاکم' شرح الصدور)

اس طرح کی احادیث میں قبرستان کو موجب عبرت قرار دیا گیا ہے' اور ساتھ ہی قبرستان جانے کا اصل مقصد بھی بتادیا گیا کہ وہاں محض تفریح اور تماشا کی غرض سے نہ جائے' بلکہ اصل نیت موت کو یاد کرنے اور آخرت کے استحضار کی ہونی چاہئے' مگر افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے دلوں پر غفلتوں کے ایسے گہرے پردے پڑ چکے ہیں اور قساوت کا ایسا مہلک زنگ لگ چکا ہے کہ اب قبرستانوں کو کھیل کود اور تماشوں کی آماجگاہ بنالیا گیا ہے' عرس کے نام سے اولیاء اللہ کی قبروں پر وہ طوفانِ بدتمیزی برپا ہوتا ہے کہ الامان والحفیظ! اور اس پر طرہ یہ کہ ان سب کاموں کو بہت بڑے اجر و ثواب کے اعمال میں شامل کرنے کی شرمناک کوشش کی جاتی ہے' اسی طرح آج جو قبرستان آبادیوں کے بیچ میں آچکے ہیں' وہ محلے کے آوارہ گرد نوجوانوں کے لئے کھیل کے میدان بنتے جارہے ہیں' اور ان قبرستانوں میں جواریوں اور سٹہ بازوں کی کمین گاہیں بھی نظر آتی ہیں' قبروں کے سامنے رہتے ہوئے اس طرح کی حرکتیں سخت آفت اور قساوتِ قلبی کی دلیل ہیں۔

۲:...... مردوں کو نہلانا اور جنازوں میں شرکت کرنا:

اسی طرح موت کو یاد کرنے کے لئے دو اہم اور موثر اسباب بعض روایات میں بیان کئے گئے ہیں:

۱:...... مُردوں کو نہلانے میں شرکت کی جائے۔

۲:...... نمازِ جنازہ میں بکثرت شریک ہوا جائے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

"قبروں کی زیارت کیا کرو' ان کے ذریعہ سے تم آخرت کو یاد رکھو گے' اور مردوں کو نہلایا کرو' اس لئے کہ بے جان جسم میں غور و فکر بجائے خود ایک موثر نصیحت ہے' اور جنازوں پر نماز پڑھا کرو' ہوسکتا ہے اس وجہ سے تمہارا دل غمگین ہوجائے' کیونکہ غمگین آدمی اللہ کے سائے میں رہتا ہے اور ہر خیر کا اس سے سامنا ہوتا ہے۔" (الحاکم' شرح الصدور)

اس حدیث میں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں:

اوّل قبرستان جانا' جس کا ذکر اوپر آچکا ہے' دوسرے مردوں کو نہلانا' یہ ایک اہم نصیحت ہے اور موجودہ معاشرہ کے لئے انتہائی قابلِ توجہ ہے۔ آج کل غیر مسلموں کے ریت رواج اور طور طریقوں سے متاثر ہوکر مسلم معاشرہ میں بھی میت کی نعش سے ایک طرح کی وحشت کا اظہار کیا جانے لگا ہے' گھر والے بھی قریب جانا نہیں چاہتے' جب غسل دینے کا موقع آتا ہے تو بھی دوسروں پر چھوڑ دیتے ہیں' حالانکہ یہ بُعد اور دوری مرنے والے کے ساتھ ایک طرح کی زیادتی ہے' میت کی لاش اسلام کی نظر میں نہایت قابلِ احترام ہے' اس کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرنا ضروری ہے' اس لئے بہتر یہ ہے کہ مسائل معلوم کرکے میت کے قریبی اعزہ ہی اسے غسل دیں' اور اگر پورا طریقہ معلوم نہ ہو تو کم از کم غسل کرانے والے کے ساتھ پانی وغیرہ ڈلوانے میں تعاون کرتے رہیں' مُردوں کے ساتھ اس طرح کے تعلق سے اپنی موت کا منظر بھی سامنے آجائے گا اور فطری طور پر آدمی اپنے مستقبل کے بارے میں غور کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔

حدیث بالا میں تیسری ہدایت یہ دی گئی کہ نماز جنازہ میں کثرت سے شرکت کی جائے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں شریک ہو' اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے' جس کی کم سے کم وسعت احد پہاڑ کے برابر ہے' اور جو شخص جنازہ کے ساتھ قبرستان تک بھی جائے' اس کو دو قیراط ثواب سے نوازا جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ جب بھی موقع ملے' نماز جنازہ نہ چھوڑی جائے' نماز جنازہ میں چونکہ مرنے والے کے غمگین اعزہ شامل ہوتے ہیں' ان کے غم واندوہ کی وجہ سے پورا ماحول غمگین بن جاتا ہے' اور پھر آدمی یہ تصور لے کر جاتا ہے کہ ایک دن تمہارا جنازہ بھی ایسے ہی اٹھے گا اور لوگ اسی انداز میں رنج والم کا اظہار کریں گے۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے:

یا صاحبی لا تغترر بتنعم
فالعمر ینفد والنعیم یزول
واذا حملت الی القبور جنازۃ
فاعلم بانک بعدھا محمول

ترجمہ: "میرے دوست! دنیا کے آرام و راحت سے دھوکے میں مت پڑنا' اس لئے کہ عمر ختم ہوجائے گی اور عیش جاتا رہے گا' اور جب تم کسی جنازہ کو اٹھا کر قبرستان لے جاؤ تو یہ یقین کرلینا کہ اس کے بعد تمہیں بھی ایسے ہی اٹھا کر لے جایا جائے گا۔"

حدیث بالا میں یہ اشارہ بھی فرمایا گیا کہ جب جنازہ کو دیکھ کر دل غمگین ہوگا' تو قدرتی طور پر انابت الی اللہ کی کیفیت پیدا ہوگی' سابقہ گناہوں پر ندامت اور شرمندگی کا احساس جاگے گا' اور اس حال میں وہ شخص جو بھی تمنا کرے گا' رحمتِ خداوندی اس کی تکمیل کے لئے تیار ہوگی' انشاء اللہ تعالیٰ۔

☆☆......☆☆

فرما گئے یہ ہادیؐ

لا نبی بعدی

ختم نبوت زندہ باد

ختم نبوت کانفرنسز

زیر نگرانی:
حضرت مولانا عبدالواحد
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان

زیر صدارت:
حضرت مولانا
قاری عبداللہ منیر
رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ

استاذ العلماء حضرت
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مرکزی ناظم تبلیغ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مہمان خصوصی:
حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری (مرکزی ناظم اعلیٰ)
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان

شیخ الحدیث
حضرت مولانا
عبدالستار شاہ
کوئٹہ

حضرت مولانا قاری
انوار الحق حقانی
خطیب مرکزی مسجد
کوئٹہ

حضرت مولانا
ممتاز احمد
امام وخطیب جامع مسجد
لورالائی

حضرت مولانا قاری
عبدالرحیم رحیمی
کوئٹہ

خطیب دل پذیر حضرت
مولانا عبدالکریم ندیم خان پور
صدر المبلغین مجلس علماء اہل سنت پاکستان

حضرت
مولانا اللہ داد کاکڑ
امام وخطیب جامع مسجد
ژوب

شیخ الحدیث حضرت
مولانا عبدالباقی
کوئٹہ

پروگرامز

انشاء اللہ تعالیٰ

مولانا مہر اللہ، مولانا غلام غوث آرباتوی، مولانا قاری محمد یوسف نقشبندی، مولانا سیّد نورالدین ہاشمی، مولانا محمد شفیع نیاز، مولانا قاری محمد حنیف کے علاوہ ژوب اور لورالائی کے مقامی علماء کرام خطاب فرمائیں گے

۱۶/ جون ۲۰۰۷ء	۱۷/ جون ۲۰۰۷ء	۱۸/ جون ۲۰۰۷ء	۱۹/ جون ۲۰۰۷ء
بروز ہفتہ بعد نماز مغرب	بروز اتوار بعد نماز مغرب	بروز پیر بعد نماز ظہر	بروز منگل بعد نماز عصر
بمقام:	بمقام:	بمقام:	بمقام:
مرکزی جامع مسجد کوئٹہ	جامع مسجد گول سیٹلائٹ ٹاؤن کوئٹہ	مرکزی جامع مسجد لورالائی	مرکزی جامع مسجد ژوب

شعبہ نشر واشاعت: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، کوئٹہ فون: 081-841995

بمقام جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر

کورس ردقادیانیت وعیسائیت

نامور علماء ◉ مناظرین وماہرین فن لیکچر دیں گے انشاءاللہ

زیر سرپرستی
مخدوم المشائخ خواجہ حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم
مخدوم العلماء پیر طریقت حضرت قبلہ شاہ نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

بتاریخ ۴ تا ۲۷ شعبان ۱۴۲۸ھ
18 اگست تا 10 ستمبر 2007ء

- کورس میں شرکت کے لئے کم ازکم ◉ درجہ رابعہ ◉ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے۔
- شرکاءکورس کو کاغذ، قلم، خوراک، وظیفہ اور کتب ردقادیانیت کا سیٹ دیا جائے گا۔
- کورس کے امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی اور بہتر پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی۔
- کورس میں داخلہ کے لئے سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی سند کی فوٹو کاپی لف ہو۔
- اپنی ضرورت اور موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں۔
- پتہ ترسیل درخواست: دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

زیراہتمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ◉ چناب نگر ◉ چنیوٹ ضلع جھنگ
فون: 047-6212611

عالمی مجلس
تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقاتِ جاریہ میں شرکت کے لئے

زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرہ، عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو عنایت فرمائیں

ترسیلِ زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 4583486-4514122 فیکس: 4542277

اکاؤنٹ نمبر 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ ملتان۔

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 2780337 فیکس: 2780340

اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ: مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں

نوٹ: رقوم دیتے وقت ملکیت کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے

اپیل کنندگان:

(مولانا) خواجہ خان محمد
امیر مرکزیہ

سید نفیس الحسینی
نائب امیر مرکزیہ

(مولانا) عزیز الرحمن
ناظم اعلیٰ